بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکم الدعوات بعد الصلوٰۃ علی الاموات

نماز جنازہ کے بعد دعا اور اس کا حکم:

مع رسالہ

البیان الحسن فی حکم الاذان بعد الدفن

دفن کے بعد قبر پر اذان کا حکم:

ازافادات: حضرت مولانا مجیب الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ دار العلوم الاسلامیہ ماہڑہ

وٹسپ پر مضمون لینے کیلئے رابطہ کریں:

محمد عمر فاروق ڈیروی: مدرس دار العلوم الاسلامیہ ماہڑہ: 0342-6624427

ناشر : المکتبۃ العلمیۃ الاشرفیۃ

مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ ماہڑہ تحصیل پروآ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

مضمون: ____________ نماز جنازہ کے بعد دعا اور اس کا حکم

ناشر: ____________ المکتبۃ العلمیۃ الاشرفیۃ مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ ماہڑہ

کمپوزنگ: ____________ المکتبۃ العلمیۃ الاشرفیۃ

سیٹنگ: ____________ محمد عمر فاروق ڈیروی مدرس دارالعلوم الاسلامیہ ماہڑہ

حكم الدعوات بعدالصلواة على الاموات

نماز جنازہ کے بعد دعا اور اس کا حکم

الحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام على سيدالمرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين امابعد:

بریلوی مسلک کے ایک مناظر نے سات صفحات کا رسالہ تحریر کیا اور اس میں دعاء بعد جنازہ کے مخالفین کو چیلنج دیا کہ "دنیا کا کوئی شخص اگر ایک آیت یا ایک حدیث سے بھی دعاء بعداز نماز جنازہ کے حرام ہونے کا ثبوت پیش کرے تو اسے ایک لاکھ روپے نقد انعام دیا جائے گا (قرآن وسنت کی روشنی میں دعاء بعداز نماز جنازہ کا ثبوت ص ۷)

حالانکہ یہ دعاء کے مدعی اور مثبت ہیں اور ہم نافی ومنکر اور ثبوت مثبت کے ذمہ ہوتا ہے نہ کہ نافی کے ذمہ کیونکہ صاف حدیث ہے "**البينة على المدعي**" گواہ مدعی کے ذمہ ہیں، یہ چیلنج تو ایسا ہے جیسے شیعہ لوگ کہیں کہ ہم کلمہ میں **محمدرسول الله** کے بعد **علی ولی الله** پڑھتے ہیں ایسے ہی اذان میں پڑھتے ہیں، کوئی سنی اگر اس کے حرام ہونے پر ایک آیت یا حدیث پیش کرے ہم اس کو لاکھ روپے انعام دیں گے، اس کے جواب میں یہ حضرات کوئی دلیل پیش کریں،

بہر حال اس رسالہ میں اور دوسرے رسائل اور مناظروں میں جو دلائل پیش کئے گئے یا پیش کئے جاتے ہیں ان میں دعاء بعد از جنازہ کا ثبوت نہیں ہوتا یا ایسے دلائل ہوتے ہیں جن میں جنازہ کے اندر دعاء کا ذکر ہوتا ہے یا دفن کے بعد قبر پر یا جنازہ کی تیسری تکبیر کے بعد یا چوتھی تکبیر کے بعد کی دعاء کا ذکر ہے، تیسری تکبیر کے بعد کی دعاء پر سب مسلمانوں کا عمل ہے، اور چوتھی تکبیر کے بعد کی دعاء کی روایت کی حیثیت آگے ذکر ہوگی اس پر شوافع حضرات کا عمل ہے اور بعض مشائخ احناف سے بھی منقول ہے مگر غیر مفتی بہ قول ہے مگر مانگ لینے میں زیادہ حرج نہیں، اور کئی ضعیف روایات ہیں مگر ان میں بھی جنازہ کے فوراً بعد دعاء کا ذکر نہیں ہے، مناظر کی طرح ہم بھی چیلنج کر سکتے ہیں کہ صرف ایک آیت یا ایک صریح صحیح باسند مرفوع روایت جس میں جنازہ کے فوراً بعد دفن سے پہلے اجتماعی صورت میں اہتمام کے ساتھ دعاء کا ذکر ہو یا اُس کی فضیلت ذکر ہو پیش کی جائے، اس رسالے میں اِس مسئلہ سے متعلق مدلّل بحث کی کوشش کی گئی ہے، اللہ تعالی قبول فرمائے آمین،

باب اول:

سنت عمل کونسا ہے؟

کسی بھی عمل کے صحیح ہونے کیلئے قرآن مجید اور حدیث نبوی اور فقہ حنفی سے ثبوت ہونا یقیناً لازمی ہے کہ کم از کم فقہاء کرام نے تحقیق وجستجو کر کے اس کو جائز بتلایا ہو، اگر ایک عمل قرآن مجید اور حدیث نبوی سے بھی ثابت نہیں اور فقہاء کی عبارات سے بھی جواز ثابت نہیں تو یقیناً بدعت اور ناجائز عمل ہوگا (اور فقہ حنفی میں تصریحات کے ہوتے ہوئے اس کے خلاف استنباط شروع کر دینا حنفی کا کام نہیں ہے غیر مقلد کا کام ہے)

مولوی محمد سرفراز قادری لکھتے ہیں

آپ ﷺ تو شارع ہیں اور جملہ عبادات کا تعین اوقات ومقدار اور کیفیت الفاظ وغیرہ سب کی صحت کا مدار آپ ﷺ کے فرمان وعمل پر ہے (برقِ آسمان قلمی ص ۷)

اور لکھتے ہیں

فاتحہ وسورت کے درمیان یا سورت ورکوع کے درمیان کچھ اور پڑھنا تو قرآن وحدیث دونوں کے خلاف ہے کیونکہ قرآن پاک نے اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم دیا ہے اور آپ ﷺ فرماتے ہیں **صلوا کما رئیتمونی اصلی** اور چونکہ آپ ﷺ نے اس درمیان یہ دعاء یا کوئی اور دعاء نہیں پڑھی (برقِ آسمان ص ۷)

اور لکھتے ہیں

کسی نماز یا وقت کے ساتھ دعاء کو معین ومخصوص جاننا (جبکہ شریعت نے وہاں معین نہ کی ہو، مرتب) یہ مکروہ ہے چنانچہ ملاحظہ ہو طحطاوی شریف ص ۱۷۳ ویکرہ ان یرفع بصرہ .... وان یخص صلوۃ او وقتاً بدعاء لانہ یقسی القلب (برق آسمانی قلمی ص ۱۸)

اور یہ مکروہ ہے کہ دعاء کے وقت نگاہ اوپر کو اٹھائے اور یہ بھی کہ کسی نماز یا وقت کو دعاء کے ساتھ خود خاص کرے (جبکہ شریعت نے خاص نہ کیا) کیونکہ یہ دل کو سخت کرتا ہے،

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں

ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلوۃ بکل حال لان الصحابۃ رضی اللہ عبھم ما صافحوا بعد اداء الصلوۃ (ردالمحتار ۵/۲۷۰)

تبیین المحارم میں ملتقط سے منقول ہے کہ نماز کی ادائیگی کے بعد بہر حال مصافحہ مکروہ ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نماز ادا کرنے کے بعد مصافحہ نہیں کیا ہے،

علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے

انھا من البدع وموضع المصافحۃ فی الشرع انما ھو عند لقاء المسلم لاخیہ لا فی ادبار الصلوات فحیث وضعھا الشرع یضعھا فینھیٰ عن ذالک ویزجر فاعلہ لما اتیٰ بہ من خلاف السنۃ (ایضاً)

نمازوں کے بعد مصافحہ بدعات میں سے ہے شریعت میں مصافحہ کا موقع مسلمان بھائی سے ملاقات ہے نہ کہ نمازوں کے بعد، تو جہاں شرع نے مقرر کیا ہے وہاں آدمی مقرر کرے، لہٰذا اس سے منع کیا جائے گا اور کرنے والے کو ڈانٹا جائے گا کیونکہ خلاف سنت کر رہا ہے،

ان عبارات سے اصول ظاہر ہوتا ہے کہ ہر عبادت تب صحیح ہے جب وقت اور مقدار و کیفیتِ الفاظ وغیرہ کے لحاظ سے حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے فرمان وعمل کے مطابق ہو، اور دعاء یا کوئی اور عمل جب اور جس کیفیت سے حضور ﷺ نے نہ کیا ہو وہ دعاء وعمل جب مستقل نیکی سمجھا جائے، اور نہ کرنے والوں کو برا مانا جائے، قرآن مجید کے بھی خلاف ہوگا اور حدیث پاک کے بھی خلاف ہوگا،

اور یہ کہ اگر ایک عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے کسی خاص وقت ثابت نہ ہو تو ان سے ثابت نہ ہونا مکروہ ہونے کی دلیل ہے لہذا مکروہ ثابت کرنے کیلئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہ ہوگی، اور جو عمل ان سے ثابت نہ ہو وہ خلاف سنت اور بدعت بھی ہوگا،

اور یہ کہ دعاء ہر وقت جب چاہو بلا تخصیص جائز ہے لیکن کسی وقت یا نماز کے ساتھ دعاء کی اپنی طرف سے تخصیص مکروہ ہے،
اور یہ کہ ہر مستحب عمل بھی وہاں ادا کیا جائے جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ادا کیا ہو، اور جس مستحب عمل کو بے موقع ادا کیا جائے گا وہ اس موقع میں مستحب نہیں بلکہ خلاف سنت و مکروہ و بدعت ہوگا،
اور یہ کہ بے موقع مستحب ادا کرنے والا بھی زجر و توبیخ کا مستحق ہے چہ جائے کہ بدعت کرنے والا مستحق زجر نہ ہو،
قادری صاحب اور دوسرے ان کے ہم مسلک اپنی بدعات و رسومات سے متعلق خود فیصلہ کریں کہ ان کا جواز کہاں تک ہے؟

نماز جنازہ کا سنت طریقہ:

احادیث و آثار سے نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے نماز جنازہ کا جو طریقہ مروی ہے اس میں جنازہ کے فوراً بعد اجتماعی دعاء ذکر نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنا طریقہ جنازہ یوں بیان کرتے ہیں،

كبرت وحمدت وصليت على نبيه ثم اقول اللهم الخ (مؤطاامام مالک ص ۲۰۹ ،مؤطاامام محمد ص ۱۶۸ ،مصنف ابن ابی شیبة ۳/ ۱۷۹)

میں تکبیر کہہ کر اللہ تعالی کی حمد کرتا ہوں، اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں، پھر دعاء کرتا ہوں،
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق نقل ہے

يبدأ بحمد الله ويصلي على النبي ﷺ ثم يقول اللهم اغفر لاحيائنا الخ (مصنف ابن ابی شیبة ۳/ ۱۷۹)

نماز جنازہ شروع کرتے تو اللہ کی حمد کرتے اور درود شریف پڑھتے پھر دعاء کرتے،
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ کا طریقہ یہ بیان کیا

تبدأ فتكبر ثم تصلي على النبي ﷺ وتقول اللهم الخ (سنن الکبری للبیهقی ۴/ ۴۰)

نماز جنازہ شروع کرو تو تکبیر کہو، پھر (حمد کے بعد) درود شریف پڑھو پھر دعاء کرو،
امام عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلی تکبیر کہہ کر آدمی اللہ تعالی کی حمد و ثناء کرے، دوسری تکبیر کہہ کر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے اور تیسری تکبیر کہہ کر میت کیلئے دعاء کرے، اور چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے (ابن ابی شیبة ۳/ ۱۷۹، ۱۸۰)

ان روایات و آثار میں نماز جنازہ سلام تک ذکر ہے اس کے بعد کسی دعاء کا ذکر نہیں، جس صحابی یا تابعی نے بھی نماز جنازہ کا

ذکر کیا اس نے دعاء بعد جنازہ کا تذکرہ نہیں کیا، اگر دعاء بعد جنازہ معمول بہ ہوتی تو ضرور ذکر کرتے، تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات کا معمول سلام تک تھا سلام کے فوراً بعد دعاء معمول بہ نہ تھی، اسی طرح فقہ حنفی کے متون میں بھی نماز جنازہ کا طریقہ سلام تک مذکور ہے، چنانچہ امام سرخسی رحمہ اللہ طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالی کی ثناء کرے جیسا کہ دوسری نمازوں میں ہوتی ہے کہ تکبیر افتتاح کے بعد ثناء پڑھتے ہیں، اور دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے کیونکہ (دعاء کیوقت) ثناء کے بعد درود شریف ہوتا ہے، اور تیسری تکبیر کے بعد میت کیلئے بخشش کی دعاء کرے، اور اس کیلئے شفاعت کرے کیونکہ اللہ تعالی کی ثناء اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف کے بعد دعاء اور استغفار ہے، اور نماز جنازہ سے مقصود بھی میت کیلئے مغفرت چاہنا اور شفاعت ہے لہذا دعاء واستغفار کرے (مبسوط ۲/۶۳،۶۴)

کنز (ص ۵۱،۵۲) میں ہے ''نماز جنازہ چار تکبیرات ہیں پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود شریف، تیسری کے بعد دعاء اور چوتھی تکبیر کے بعد دو سلام ہیں''

نورالایضاح (ص ۱۲۷،۱۲۸) میں ہے کہ ''نماز جنازہ کے ارکان تکبیرات اور قیام ہے، اور اس کی شرائط چھ ہیں میت کا مسلمان ہونا، میت کا پاک ہونا، میت کا آگے ہونا، اور موجود ہونا یا اس کے اکثر یا سر سمیت آدھے جسم کا موجود ہونا، نماز پڑھنے والے کا بلا عذر سوار نہ ہونا، میت کا زمین پر ہونا۔۔۔اور نماز جنازہ کی سنتیں چار ہیں امام کا میت کے سینے کے برابر میں کھڑا ہونا، پہلی تکبیر کے بعد ثناء، دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود شریف، اور تیسری تکبیر کے بعد میت کیلئے دعاء، جو خاص متعین نہیں، اور منقول دعاء مانگنا اچھا ہے۔۔۔۔چوتھی تکبیر کے بعد ظاہر روایت کے مطابق دعاء کئے بغیر سلام پھیر دے،

ہدایہ (۱/۱۶۰) میں ہے کہ نماز جنازہ یہ ہے کہ تکبیر کہہ کر اللہ تعالی کی حمد کرے پھر تکبیر کہہ کر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر تکبیر کہہ کر اپنے لئے اور میت کیلئے اور سب مسلمانوں کیلئے دعاء کرے، پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے،

مزید فتاوی عالمگیری (۱/۱۶۱) درمختار (ص ۱۳۱) مالابدمنہ (ص ۷۳) شرح وقایہ (۱/۲۰۶) ملتقی الابحر قدوری بدائع وغیرہ دیکھیں سب میں یہی طریقہ تحریر ہے، اور کسی میں طریقہ کے بیان میں دعاء بعد جنازہ کا ذکر نہیں حالانکہ ان حضرات نے سب مسنون باتیں ذکر کیں، اگر دعاء بعد جنازہ مستحب ہوتی یا اتنی لازم ہوتی جتنی بریلوی حضرات سمجھتے ہیں تو اس کا ذکر بھی کتب فقہ میں ہوتا، وضو میں گردن کے مسح کا ادنی مستحب ذکر ہے تو یہ دعاء جو بقول بعض حضرات کے ۲۲ سے زائد آیات سے ثابت ہے کیوں ذکر نہیں ہوئی؟ جس سے اتنا تو ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی حیثیت گردن کے مسح جتنی بھی نہیں،

احتیاط دعاء بعد جنازہ چھوڑنے میں ہے:

اگر کسی بزرگ نے دعاء بعد جنازہ کو جائز بھی کہہ دیا تو بھی اہل علم کیلئے احتیاط کا پہلو یہ ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ

(۱)ایک طرف ایک بزرگ ہوں اور دوسری طرف بہت سے اکابر اور جمہور ہوں تو عمل جمہور کے قول کے مطابق ضروری ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی امت کو تعلیم ہے

علیکم بالجماعۃ تم پرلازم ہے جماعت کے ساتھ ہونا (نہ کہ فرد کے ساتھ ہونا) اور **اتبعوا السواد الاعظم** بڑی جماعت کی پیروی کرو (مشکوۃ شریف)

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قد صرح العلامۃ الشیخ ابراھیم البیری فی شرحہ علی الاشباہ والنظائر بانہ اذا اختلف فی مسئلۃ فالعبرۃ بماقالہ الاکثر (رسائل ابن عابدین ۱/۱۲۹)

علامہ ابراہیم پیری نے شرح اشباہ میں صاف فرمایا ہے کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہوجائے (فقہاء کے اقوال مختلف ہوں) تو جو اکثر کا قول ہوگا وہی معتبر ہوگا،

اورفرماتے ہیں **فان اختلفوا یوخذ بقول الاکثرین (رسائل ۱/۱۴۷ ،تنقیح الفتاوی الحامدیہ ۱/۳** طبع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ) اگر فقہاء کا اختلاف ہو تو اکثروں کا قول لیا جائے گا،

(۲)دوسری وجہ یہ ہے کہ جو جائز کہہ رہے ہوں ان کے قول کو چھوڑ کر اس جائز عمل کو چھوڑ دینا گناہ نہیں،لیکن جو مکروہ کہہ رہے ہوں ان کے قول کو چھوڑ کر مکروہ کو کر لینا گناہ ہے،

(۳)جس بزرگ نے جائز کہا اس کے قول پر فتوی نہیں،غیر مفتیٰ بہ قول ہے اور جنہوں نے مکروہ کہا ان کا قول مفتیٰ بہ ہے اور عمل مفتی بہ پر کرنا ہوتا ہے نہ کہ غیر مفتیٰ بہ پر،

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قال العلامۃ قاسم فی فتاواہ لیس للقاضی المقلد ان یحکم بالضعیف لانہ لیس من اھل الترجیح ولوحکم لاینفذ لانہ قضاء بغیر الحق لان الحق ھو الصحیح (مجموعہ رسائل ۱/۱۸۹ ط مکتبہ محمودیہ کوئٹہ)

علامہ قاسم فتاوی میں فرماتے ہیں کہ مقلد قاضی کیلئے جائز نہیں ہے کہ ضعیف قول پر فیصلہ دے کیونکہ وہ اہل ترجیح میں سے نہیں

ہے،اگر فیصلہ دے دیا تو نافذ نہ ہوگا کیونکہ یہ فیصلہ غیر حق کے ساتھ ہے کیونکہ حق وہی قول ہے جو صحیح ہے۔

فرماتے ہیں

وقد علمت ایضاً ان القول المرجوح بمنزلة العد م مع الراجح (مجموعه رسائل ۱/ ۵۲)

آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ مرجوح قول راجح کے ہوتے بمنزلہ عدم کے ہے۔

(۴) جس بزرگ نے جائز کہا ہو تو اس نے محض جائز ہی کہا (اور مباح کام پر نہ ثواب ہوتا ہے نہ عذاب ہاں حسنِ نیت سے باعثِ اجر بن سکتا ہے) لیکن جب جائز بلکہ مستحب کام کو بھی لوگ لازم وضروری سمجھنے لگیں تو اس جائز کا بھی چھوڑنا ضروری ہوجاتا ہے،

(۵) ایک فعل کے بارے میں دو پہلو آجائیں ایک کے اعتبار سے وہ فعل جائز ہو اور دوسرے کے اعتبار سے ناجائز ہو تو اس فعل کو نہ کیا جائے گا

امام ابوبکر جصاص وغیرہ کئی اکابرین رحمہم اللہ نے یہ اصول ذکر فرمایا ہے

متیٰ اجتمع سبب الحظر وسبب الاباحة کان الحکم للحظر د ون الاباحة (احکام القرآن ۲/ ۴۳۲ طبع دارالکتاب کوئٹہ)

جب ممانعت اور اباحت ہر ایک کا سبب جمع ہو جائے تو حکم ممانعت کا لگے گا نہ کہ اباحت کا حکم لگے گا،

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں

اذاتردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة راجحاًعلی فعل البدعة (ردالمحتار ۱/ ۴۷۵)

جب حکم کے سنت وبدعت ہونے میں تردد پیدا ہو جائے تو (چھوڑنا اولی ہوگا کیونکہ) سنت چھوڑنا اولی ہے بدعت کرنے سے،

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ ایک حدیث کا مطلب بیان کرتے ہیں

اترک ماتشک فیه من الاقوال والاعمال انه منهی عنه اولا اوسنة اوبدعة واعد ل الی مالاتشک فیه منهما(مرقات ۶/ ۴۳)

جس قول وعمل کے متعلق آپ کو شک پڑ جائے کہ یہ ممنوع ہے یا نہیں، یا سنت ہے یا بدعت؟ (حضور ﷺ فرمارہے ہیں) اس کو چھوڑ دے اور اسی قول وعمل کو اختیار کر جس میں شک نہیں ہے،

خود مولانا احمد رضا خان صاحب کے ملفوظ میں ہے

عرض: خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا کیا؟ ارشاد: اختلاف ہے علماء کا بعض کہتے ہیں سنت ہے، اور بعض مکروہ بتاتے ہیں،

عرض: سنت و مکروہ میں تعارض ہو تو کیا کرنا چاہیئے ؟ **ارشاد**: ترک اولی ہے جامع الرموز میں محیط سے نقل کیا ہے کہ سنت ہے، اور محیط ہی میں ہے کہ مکروہ ہے، اسی کو ہندیہ میں نقل کیا ہے، (احکام شریعت، حصہ دوم ص ۲۳۴)

اگر ہاتھ میں عصا لینے سے متعلق بریلوی دیوبندی نزاع ہوتا تو ترک اولی نہ ہوتا بلکہ سنت ثابت کر کے اصرار کیا جاتا، اسی سے سبق حاصل ہونا چاہیئے کہ دعا بعد جنازہ کے متعلق فقہاء کے دو قول ہوئے ایک مکروہ دوسرا لابأس بہ، اگر **لا بأس بہ** سے مراد استحباب بھی لیا جائے تو بھی یہاں ترک کیوں اولی نہیں، اور کرنے پر کیوں ضد ہے؟ آخر پوزیشن تو ایک طرح کی ہے کہ عصا پکڑنا فعل نبی ﷺ سے ثابت ہے (اسی لئے اس کو مستحب تک کہا گیا ہے) مگر فقہاء کے دو قولوں پر اعتماد کر کے ترک اولی ہوا، نہ قیاس کی ضرورت ہوئی نہ روایات کی طرف دھیان گیا، صرف قول فقہاء کو دیکھ کر حکم لگایا، تو دعا بعد جنازہ میں اگر بالفرض تمہاری پیش کردہ روایات مثبت مان کر حجت مانی جائیں تو فقہاء کے دو قولوں کی وجہ سے ترک اولی ہونا چاہیئے نا! کیونکہ فقہی تصریح ہوتے ہوئے روایات سے استدلال مقلد کا کام نہیں مقلد فقہاء کے اقوال سے استدلال کرے، فقہی تصریحات کے ہوتے ہوئے خود مجتہد بن کر قیاس آرائی نہ کرے فقہ سے نقل پیش کرے، اسی سلسلہ میں علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں

والمراد بالمفتی الذی یتخیر بین الاقوال ہو المجتہد الذی لہٗ قوۃ نظر و استنباط و اما اہل زماننا و اشیاخہم و اشیاخ اشیاخہم فلا یسمون مفتین بل ناقلون حاکون (مجموعہ رسائل ۱/ ۳۲۹)

مفتی جو کئی اقوال کے درمیان ایک کو اختیار کر سکتا ہے اس سے مراد وہ مجتہد ہے جس کو قوۃ نظریہ اور قوت استنباط ہو لیکن جو ہمارے زمانے کے علماء ہیں یا ان کے اساتذہ یا ان کے اساتذہ کے اساتذہ ان کو مفتی نہیں کہا جا سکتا یہ تو محض ناقل اور حکایت کرنے والے ہیں۔

یہ علامہ شامی رحمہ اللہ اپنے وقت میں فرما رہے ہیں مگر یہاں تو ہر اہل بدعت مولوی مفتی سے آگے مجتہد بن کر اکثر فقہاء کی تصریحات چھوڑ کر کسی ایک (مثلاً امام فضلی وغیرہ) کے قول کو ترجیح دینے کو تیار ہی نہیں، بڑھ چڑھ کر مقابلہ اور مناظرہ کرنے اور انعامی چیلنج کی باتیں کرتا اور بڑیں مارتا ہے **فوا اسفاً**:

بہر حال ان وجوہات سے ظاہر ہوا کہ جنازہ کے فوراً بعد کی اجتماعی دعاء کا چھوڑنا اولی ہے، اور جس کا ترک اولی ہو اس پر دوام بطریق اولی اس کو بدعت بنائے گا، کیونکہ مباح پر پابندی کو بھی علامہ شامی رحمہ اللہ بدعت کہہ رہے ہیں (ردالمحتار ۱/۵۲۴)

یہاں ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ ہو

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

وصواب آنست کہ اطلاق بدعت و کراهت بجهت مواظبت بران درمساجد است الخ(اشعة اللمعات ۱ / ۵۸۹ طبع نولکشور لکھنو)

صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہ کا نماز چاشت کو بدعت کہنا اور مکروہ قرار دینا مسجدوں میں اس کی مواظبت کی وجہ سے تھا،

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جس عمل پر (جبکہ آپ ﷺ سے ثابت بھی ہو) مواظبت آپ نے نہیں کی اس پر التزام واجتماع اُس کو بدعت ومکروہ بنا دیتا ہے

نماز فجر میں قنوت آپ ﷺ نے ایک ماہ پڑھی اس کے متعلق حضرت ابو مالک اشجعی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فجر میں قنوت سے متعلق فرمایا بیٹے! یہ بدعت ہے، حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ اس کے معنی لکھتے ہیں

اے پسر من: اینکہ میخوانند و مواظبت بران مینمایند بدعت است نوپدید آمدہ دردین وخواندن آنحضرت نبود جزیک ماہ (اشعة اللمعات ۱ / ۵۸۱)

اے میرے بیٹے: یہ جو پڑھتے ہیں اور اس پر مواظبت کرتے ہیں یہ بدعت اور دین میں نکالا ہوا نیا عمل ہے، حضور ﷺ کا پڑھنا تو صرف ایک مہینہ تھا،

صحابی کے قول اور اس عبارت سے بھی ثابت ہوا کہ اگر کوئی عمل ثابت بھی ہو تو اس پر التزام (لازم سمجھ کر پابندی کرنا) اس کو بدعت بنا دیتا ہے،

دعاء بعد جنازہ کے بارے میں اہل بدعت کا نظریہ:

اس بارے میں مولوی سرفراز خان صاحب قادری وغیرہ کی عبارات متضاد ہیں کہ اس دعاء کا حکم کیا ہے؟ متعدد عبارات ملاحظہ ہوں

''یہ دعاء ہمارے نزدیک مستحب ہے، تارک پر ملامت نہیں کرتے کہ واجب کے مساوی ہو جائے البتہ حرام کہنے والے کو گمراہ جانتے ہیں (قرآن وسنت کی روشنی میں ص ۷)

اس دعاء کو ضروری کوئی شخص بھی نہیں سمجھتا (برقِ آسمان ص ۲۵)

''ہمارے علماء اہل سنت بھی تو مختصر دعاء پر زور دیتے ہیں'' (قرآن وسنت کی روشنی میں ثبوت قلمی، مطبوعہ میں یہ عبارت اڑا دی گئی ہے)

جنازہ کے بعد کوئی دعاء کرے تو ماشاء اللہ اور نہ بھی کرے تو ہم ملامت یا فاسق فاجر نہیں کہتے اور انکار الگ مسئلہ ہے (برق آسمان ص ۲۵)

''اللہ تعالی بروز قیامت دعاء نہ مانگنے والوں اور دعاء والوں کے ساتھ مزاح کرنے والوں سے فرمائے گا جہنم میں اوندھے منہ پڑے رہو، (ثبوت ص ۲)

''اور جو نہ خود دعاء کرے اور نہ ہی دوسروں کو سوال ودعاء کرنے دے تو اس پر تو غضب الٰہی کی تو انتہاء ہوگی، (ثبوت ص ۲)

ان عبارات میں غور کریں تو دعاء بعد جنازہ کے حکم میں تضاد ہے کہ لازمی نہیں بھی کہتے صرف مستحب کہتے ہیں اور تارک پر ملامت نہیں کرتے فاسق نہیں کہتے (ہاں وہابی کہنا اور بات ہے) جبکہ زور بھی دیتے ہیں دعاء نہ کرنے والوں کو جہنم کی وعید اور غضب الٰہی کا انتہائی مستحق بھی کہتے ہیں، نتیجہ یہ ظاہر ہے کہ علماء کی گرفت سے بچنے کیلئے اس کو مستحب کہتے ہیں لیکن حقیقت میں اس کو لازم سمجھتے ہیں، اور عوام تو یقیناً لازمی سمجھتے ہیں کیونکہ اگر کسی جنازہ کے بعد دعا نہ ہو تو لوگ اتنا بولتے اور اصرار کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ، ذرا یہ مولانا صاحبان خود ہر جنازہ کے بعد کہہ دیا کریں کہ جی یہ دعا ضروری نہیں صرف ایک جائز کام ہے اس لئے کبھی چھوڑ دیا کرو، اور پھر یہ مولانا کبھی کبھی چھوڑ بھی دیا کریں، تو دیکھیں کہ عوام کیا کہتے ہیں؟ وہ داڑھی رکھنے اور مسواک اور پگڑی اور نماز باجماعت کو بلکہ اکثریت نماز پنج گانہ کو بھی اتنا ضروری نہیں سمجھتے جتنا دعاء بعد جنازہ کو، اس لئے کوئی داڑھی مونڈنے پر، مسواک نہ کرنے اور ننگے سر رہنے اور نماز باجماعت چھوڑنے پر کسی کو ملامت نہیں کرتا اور دعاء بعد جنازہ نہ کرنے پر آوازے کسے جاتے ہیں اور وہابی وغیرہ کے القاب ملتے ہیں،

دفن کے بعد دعاء مستحب ہے:

جنازہ کے بعد دعاء کرنا تو ہمارے علم میں ثابت نہیں لیکن دفن کے بعد دعاء مستحب ہے اور احادیث طیبہ سے ثابت ہے، ابوداؤد (ص) میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

ان رسول اللہ ﷺ کان اذا فرغ من دفن المیت وقف علیہ وقال استغفروا لاخیکم واسئلوا لہ بالتثبیت فانہ الآن یسئل (ابو داؤد)،

رسول اللہ ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے قبر پر ٹھہرتے اور فرماتے اپنے بھائی کیلئے بخشش کی دعاء مانگو اور ثابت

قدمی مانگو، ابھی اس سے پوچھ گوچھ ہوگی،

مصنف ابن ابی شیبہ (۲۱۲/۳) میں حضرت انس، وعلی، وابن عباس، واحنف، وابوایوب رضی اللہ عنہم کا اور سنن بیہقی (۵۶،۵۵/۴) میں حضرت عمر، وابن عمر، وعلی رضی اللہ عنہم کا دفن کے بعد دعاء کرنا منقول ہے، اس لئے دفن کے بعد دعاء خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہونے کی وجہ سے مستحب ہے، مگر دعاء بعد جنازہ پر زور دینے والے اس دعاء پر زور بالکل نہیں دیتے اور دعاء بعد جنازہ پر سارا زور صرف کرتے ہیں، اور عوام میں بھی دعاء بعد دفن کی اہمیت نہیں ہے اس لئے اکثر نہ دفن میں شریک ہوتے ہیں نہ اس کے بعد کی دعاء میں، صرف انہی لوگوں کی مجبوری ہوتی ہے جو میت کے رشتہ دار اور قبر کھدائی میں حصہ لینے میں شریک ہوتے ہیں،

نماز جنازہ خود دعاء ہے:

نماز جنازہ حقیقت میں خود دعا ہے اس کو نماز صرف مجازاً کہا جاتا ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

صلاۃ الجنازۃ ھی الدعاء للمیت اذ ھو المقصود منھا(ردالمحتار ۶۴۳/۱)

نماز جنازہ میت کیلئے دعاء ہی ہے کیونکہ اس سے مقصود دعاء ہی تو ہے،

علامہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

لان ھذہ لیست بصلاۃ علی الحقیقۃ وانما ھی دعاء (مبسوط ۶۴/۱)

کیونکہ نماز جنازہ حقیقت میں نماز نہیں بلکہ صرف دعاء ہے،

دوسری کتبِ فقہ میں بھی یہی تصریح ہے، تو جب جنازہ حقیقت میں دعاء ہے تو اس کے فوراً بعد کی غیر ثابت دعاء کی جگہ ثابت دعاء نماز جنازہ کافی ہے،

اگر اس پر یہ اشکال ہو کہ حدیث میں دعاء تین تین بار کرنا ثابت ہے جیسا کہ مسلم شریف (۳۱۲/۱) میں ہے

جاء (النبی ﷺ)البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات ثم انحرف،

نبی کریم ﷺ بقیع قبرستان تشریف لائے اور کھڑے ہوئے اور طویل قیام کیا پھر تین بار دونوں ہاتھ اٹھائے پھر واپس ہو گئے،

اور مسلم شریف وابوداؤد میں ہے

ان رسول اللہ ﷺ کان یعجبہ ان یدعو ثلاثاً

آپ ﷺ کو یہ پسند تھا کہ آدمی دعاء تین بار کرے،

جواب: یہ ہے کہ تین بار دعاء کرنا صرف ایک جزئی واقعہ میں یعنی زیارتِ قبور کے وقت اور وہ بھی زندگی میں ایک بار ثابت ہے نہ کہ ہر بار، اور دوسری روایت میں تین بار دعاء کو پسند کرنے سے مراد تین بار دعا کرنا نہیں بلکہ دعاء کے ہر کلمہ کو تین تین بار دھرانا مراد ہے،

دعاء بعد جنازہ اور فقہ حنفی:

اس بارے میں بکثرت عبارات کتبِ فقہ میں ہیں جن میں دعاء بعد جنازہ سے منع کیا گیا اور کئی عبارات میں مکروہ کہا گیا ہے، درج ذیل عبارات ملاحظہ ہوں اور بریلوی حضرات نے جو تاویلیں کیں ان کو بھی ذکر کر کے جواب ذکر کیا جائے گا،

(۱) خود مولوی محمد سرفراز صاحب قادری لکھتے ہیں بحرالرائق (۱۸۳/۲) میں ہے **لا یدعو بعد التسلیم** نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعاء نہ کرے،

اس عبارت میں نہ یہ تاویل چل سکتی ہے کہ منع چوتھی تکبیر کے بعد دعاء ہے کیونکہ یہاں سلام کے بعد دعاء سے صراحت کے ساتھ منع کیا گیا ہے، اور نہ یہ تاویل چلتی ہے کہ کھڑے ہو کر دعاء سے منع ہے صفیں توڑ کر بیٹھ کر دعاء سے منع نہیں ہے، مطلق دعاء سے منع ہے،

البتہ یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے اس عبارت کے فوراً بعد یہ بھی لکھا ہے "**وعن الفضلی لا بأس به**" کہ امام فضلی سے منقول ہے کہ دعاء بعد جنازہ میں حرج نہیں ہے، اس کو ہم تفصیل سے آگے ذکر کریں گے کہ اول تو علامہ ابن نجیم نے اس پر فتوی نہیں دیا بلکہ دعاء نہ مانگنے کو پہلے ذکر کر کے اسی پر فتوی دیا ہے، دوم لفظ **لا بأس به** سے مراد مکروہ تنزیہی ہے تو امام فضلی رحمہ اللہ کے نزدیک دعاء بعد جنازہ مکروہ تنزیہی ہے دوسرے فقہاء کے نزدیک ناجائز ہے، اس بحث کی کچھ انتظار کریں،

(۲) خود قادری صاحب لکھتے ہیں مرقات شرح مشکوۃ (۱۴۹/۴ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) میں ہے **لا یدعو للمیت بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلاۃ الجنازۃ** ،میت کیلئے نماز جنازہ کے بعد دعاء نہ کریں کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے،

اس عبارت میں بھی کوئی تاویل نہیں چلتی، البتہ بعض نے اس تاویل سے کام لینے کی کوشش کی ہے کہ اس دعاء سے وہ دعا مراد ہے جو ایسے طریقہ سے ہو جس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ ہو، اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے فوراً بعد جنازہ کی حالت میں صفوں میں کھڑے کھڑے دعاء کریں، لیکن جب صفیں توڑ کر بیٹھ کر دعاء کی جائے تو چونکہ نماز جنازہ کی حالت نہیں رہتی

اس لئے شبہ زیادتی کا نہیں رہتا، لیکن یہ تاویل بھی درست نہیں کیونکہ عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ ہوتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ کے سنت طریقہ میں زیادتی کا شبہ ہوتا ہے اور سنت پر زیادتی کا شبہ ہر حال میں ہے چاہے صفیں برابر رہیں اور دعا کی جائے، یا صفیں توڑ کر دعاء کی جائے، لہٰذا یہ تاویل بھی درست نہیں،

(۳) قادری صاحب خود لکھتے ہیں کہ زادالآخرہ میں ہے " **بعد تسلیمتین هیچ یک دعاء نه خوانند**،، دوسلاموں کے بعد لوگ کوئی دعا بھی نہ کریں،

اس عبارت میں بالخصوص اجتماعی دعاء کی ممانعت ہے، اور اس میں کوئی تاویل نہیں چلتی،

(۴) استاذ مکرم مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ'' مشہور کتاب مجموعہ خانی قلمی (ص ۳۴۹) میں ہے

دعانخواند وفتوی بریں قول است

جنازہ کے بعد دعا نہ کرے اور فتوی بھی اسی پر ہے،

(۵،۶،۷) مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کی کتاب نفع المفتی والسائل (ص ۱۳۴ طبع مکتبہ مجیدیہ ملتان) میں ہے

ای صلاة یکره الدعاء بعد ها ؟ اقول هی صلاة الجنازة علی روایة قال الزاهد ی فی القنیة عن ابی بکر بن حامد الدعاء بعد الجنازة مکروه ثم قال وقال محمد بن الفضل لابأس به ونقل عن ط ای المحیط لایقوم الرجل للد عاء بعد صلاة الجنازة

سوال: کونسی نماز کے بعد دعاء مکروہ ہے؟ جواب: وہ نماز جنازہ ہے کہ ایک روایت میں اس کے بعد دعاء مکروہ ہے، امام زاہدی قنیہ میں فرماتے ہیں کہ امام ابوبکر بن حامد سے منقول ہے کہ جنازہ کے بعد دعاء مکروہ ہے، پھر فرمایا کہ امام محمد بن فضل کہتے ہیں کہ دعاء بعد جنازہ لاباْ س بہ ہے، اور محیط سے نقل کیا کہ نماز جنازہ کے بعد آدمی دعاء کیلئے نہ ٹھہرے،

اس عبارت میں تین حوالے درج ہو گئے

(۱) مولانا عبدالحی اور (۲) ابوبکر بن حامد رحمہما اللہ اور (۳) محیط کا حوالہ، امام ابوبکر کا یہ فتوی احسن الفتاوی میں بحوالہ فوائد بہیہ (۱۵۲/۱) بھی درج ہے، ہاں دوسری روایت امام محمد بن فضل کا قول بھی ذکر ہے کہ دعاء بعد جنازہ **لاباْس به** ہے، جس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ آگے تفصیل سے بحث ہوگی،

(۸) مولانا مفتی سعد اللہ صاحب حنفی رحمہ اللہ دعاء بعد جنازہ سے متعلق فرماتے ہیں " **خالی از کراهت نیست**" کراہت سے خالی نہیں ہے (فتاوی سعدیہ)

(۹) مولانا نواب قطب الدین دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''اور نہ دعاء کرے میت کیلئے بعد نماز جنازہ کے اس لئے کہ یہ مشابہ ہے ساتھ زیادتی کے نماز جنازہ میں'' (مظاہر حق ۲/۷۵ ادارہ نشریات اسلام لاہور)

مولانا نواب قطب الدین رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے سوائے تائید کے کچھ نہیں کہا بلکہ مرقات کی عبارت کا ترجمہ کر دیا ہے اس لئے خواہ مخواہ اس کو رد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱۰) مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''مصباح الهدایہ قلمی (ص ۲۵) میں ہے **"وبعد از سلام بقراءۃ قرآن وهیچ دعاء مشغول نشود که مسنون نیست"** سلام کے بعد قرآن مجید پڑھنے میں اور کسی دعاء میں مصروف نہ ہو کہ یہ مسنون نہیں ہے'' (الکلام الموزون ص ٦٦)

ان عبارات میں کسی قسم کی تاویل نہیں چلتی کہ صراحت کے ساتھ دعاء بعد جنازہ سے منع کیا گیا اور مکروہ کہا گیا ہے، اس کے بعد کی عبارات میں ایک تاویل چلاتے ہیں وہ عبارات ملاحظہ ہوں پھر تاویل اور اس کا جواب ملاحظہ کریں،

(۱۱) امام شمس الدین خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **"لایقوم داعیاً** (راہ سنت بحوالہ **جامع الرموز ص ۱۲۵**) جنازہ کے بعد میت کیلئے دعاء کرنے کیلئے نہ ٹھہرے،

(۱۲) قادری صاحب لکھتے ہیں کہ برجندی میں ہے **"لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانه یشبه الزیادۃ فیها کذا فی المحیط"** یعنی نماز جنازہ کے بعد دعاء کیلئے نہ ٹھہرے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کرنے کے مشابہ ہے ایسا ہی محیط میں ہے،

(۱۳) خلاصۃ الفتاوی (۱/۲۲۵ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) میں ہے علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں " **لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ"** جنازہ کے بعد دعاء کیلئے نہ ٹھہرے

(۱۴) علامہ شہاب الدین کردری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **"لایقوم بالدعاء بعد الجنازۃ لانه دعامرۃ** جنازہ کے بعد دعا کیلئے نہ ٹھہرے کیونکہ ایک بار تو دعا کر چکا ہے (فتاوی بزازیہ بر حاشیہ عالمگیری ۴/۸۰ طبع مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ))

(۱۵) قادری صاحب لکھتے ہیں کہ دلیل الخیرات میں ہے

"بعد فراغ از نماز جنازہ برائے خواندن دعاء نه ایستد" نماز جنازہ سے فراغت کے بعد دعاء کیلئے نہ ٹھہرا رہے،

(۱۶) فتاوی سراجیہ (بر حاشیہ قاضی خان ۱/۱۴۱ طبع حافظ کتب خانہ کوئٹہ) میں ہے **"اذافرغ من الصلاۃ لایقوم بالدعاء"** جب نماز جنازہ سے فارغ ہو دعاء کیلئے نہ ٹھہرے،

(۱۷) علامہ محمود بن احمد بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ بخاری (متوفی سنہ ۶۱۶ھ) فرماتے ہیں

ولایقوم الرجل بالدعاء بعد صلوۃ الجنازۃ لانہ قد دعامرۃً لان اکثر صلوۃ الجنازۃ الدعاء (فتاوی المحیط البرھانی ۲/۳۳۸ طبع مکتبہ حقانیہ پشاور)

نماز جنازہ کے بعد دعاء کے لئے نہ ٹھہرا رہے کیونکہ ایک بار دعا کر چکا کیونکہ نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعا ہے،

(۱۸) مولانا مفتی نصیر الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**بعد ہ ایستادہ نماند برائے دعاء**" جنازہ کے بعد دعاء کیلئے نہ کھڑا رہے (فتاوی برہنہ طبع نوکشور لکھنو)

(۱۹) مولانا سید لعل شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بذل الجوائز ص ۹ میں لکھتے ہیں کہ ذخیرہ کبری میں ہے **لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنائز** کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء کیلئے آدمی نہ ٹھہرا کرے،

(۲۰) اور لکھتے ہیں کہ مولوی فیض عالم بریلوی لکھتے ہیں کہ کافی شرح وافی میں ہے "**لایقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فیھا**" نماز جنازہ کے بعد دعاء کیلئے نہ ٹھہرا رہے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے (بذل الجوائز ص ۱۱۴ الکلام الموزون ص ۶۹،۷۰)

ان عبارات سے متعلق قادری صاحب اور بریلوی حضرات یہ تاویل کرتے ہیں کہ ان عبارات میں ہے "**لایقوم بالدعاء**" یعنی کھڑے ہو کر دعاء نہ کرے کیونکہ مقید بقید پر نفی ہو تو قید کی نفی ہوتی ہے نہ کہ مقید کی، تو اگر صفیں توڑ کر بیٹھ جائیں اور دعا کریں تو ان عبارات کے خلاف اور ممنوع نہ ہوگا،

لیکن انصاف سے سنیں اور سمجھیں تو یہ تاویل کئی وجہ سے درست نہیں لگتی

اولؔ: اس لئے کہ اگر ان کی بات تسلیم کی جائے تو ان حضرات نے کلام مقید بقید میں یہ بھی نہ سمجھا کہ قید کیا ہے؟ اور مقید کیا ہے؟ **لایقوم بالدعاء** اور **لایقوم داعیاً** کا مفہوم ایک ہے، اور دونوں طرح کی عبارت ذکر ہوئی ہے **لایقوم** مقید ہے اور **بالدعاء** قید ہے کیونکہ عبارت "**لایقوم داعیاً**" میں "**داعیاً**" "**یقوم**" کی ضمیر "**ھو**" سے حال ہے، اور حال ذوالحال کے عامل کے لئے قید ہوتا ہے ذوالحال مقید ہوتا ہے، جیسا کہ "**ماجاء نی زید راکباً**" نہیں آیا میرے پاس زید سوار ہو کر، اس میں **راکباً** قید ہے عدم مجیٔ زید مقید ہے یہ مطلب نہیں کہ بالکل نہیں آیا بلکہ یہ مطلب ہے کہ سوار ہو کر نہیں آیا، اس بات کو خوب غور سے سمجھنے کے بعد سمجھیں کہ جب **بالدعاء** اور **داعیاً** قید ہوئے تو مطلب یہ نکلا کہ نماز جنازہ کے بعد اگر آدمی کسی اور غرض سے کھڑا رہے تو اس کا کھڑے رہنا منع نہیں لیکن اگر دعاء کیلئے کھڑا رہے تو یہ منع ہے تو دعاء کرنے کیلئے نہ

کھڑا ہو (نہ یہ کہ کھڑا ہو کر دعا نہ کرے) کیونکہ جنازہ کے بعد دعا نہیں کرنی ہے، یہ بات سمجھیں اور خوب غور کر کے سمجھیں،

دوم: **لایقوم** میں عدم قیام بمعنی ''نہ کھڑا ہو'' نہیں ہے بلکہ عدم قیام بمعنی ''ارتکاب نہ کرے یعنی فعل دعاء نہ کرے، کیونکہ یہ عربی الفاظ ہیں اور عربی لغت میں '' **قام به**'' یعنی قیام متعدی بہ باء ہو تو اس کا معنی ادا کرنا ہے کھڑا ہونا نہیں ہے،

مشہور عربی لغت المنجد مادہ ق وم (ص ۶۶۳ طبع مؤسسہ انتشارات دار العلم تہران عکس دار المشرق بیروت) میں ہے

قام يقوم قوماً وقومةً وقياماً وقامة بالامر تولاه ، یعنی **قام بالامر** کا معنی **تولى الامر** ہے،

اور **تولى الامر** کا معنی **تقلده وقام به** کیا ہے (ص ۹۱۹) اور **تقلد الامر** کا معنی **الزمه نفسه واحتمله** کیا ہے (ص ۶۴۹) یعنی کام اپنے اوپر لازم کرنا اور ادا کرنا، تو **قام بالدعاء** کا معنی دعاء کی ادائیگی اور دعاء اپنے ذمہ کرنا ہے، تو **لايقوم بالدعاء** کا معنی ہوا کہ دعاء نہ کرے،

اگر لغت سے سمجھ نہ آیا تو حدیث سے سمجھ لیں، حدیث میں لفظ ہیں

'' **رجل آتاه الله القرآن فهويقوم به آناء الليل و آناء النهار**'' (**بخاری مسلم ترمذی ابن ماجه مسند احمد**)

اس کا ترجمہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے یوں کیا ہے، ایک وہ جس کو حق تعالی شانہ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے،

حضرت علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

والمراد بالقيام بالكتاب العمل به (**عمده القارى ۲۰/ ۵۹** مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

کتابُ اللہ کے ساتھ قیام سے مراد اس پر عمل کرنا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں '' **يقوم به** '' اور '' **قام به** '' کے لفظ ہیں، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں '' **يتلوه آناء الليل** '' کے لفظ ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تفسیر ہے، تو قرآن مجید کے ساتھ قیام سے مراد ہے اس کو پڑھنا اور اس پر عمل کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں لفظ ہیں

مثل القرآن لمن تعلم فقرأ وقام به الخ (**مشكوة رقم الحديث ۲۱۴۳ كتاب فضائل القرآن**)

اس کا ترجمہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ کرتے ہیں

'' **فقرأ وقام به** ''**اى داوم على قرأته اوعمل به** (**مرقات ۵/ ۴۳**)

پڑھا اور اس کے ساتھ قیام کیا یعنی اس کی تلاوت کی پابندی کی یا اس پر عمل کیا۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

المراد بالقیام به العمل به مطلقاً اعم من تلاوته داخل الصلوة او خارجها ومن تعلیمه والحکم والفتوی بمقتضاه(فتح الباری ۱/۷۴ او ۱۰/۷۲ طبع دار الفکر بیروت)

قرآن مجید کے قیام سے مراد مطلقاً اس پر عمل ہے جو عام ہے چاہے نماز کے اندر یا باہر تلاوت ہو یا سیکھنا ہو یا اس کے مقتضی کے مطابق فیصلہ کرنا اور فتوی دینا ہو۔

تو دیکھیں کہ **قام بالقرآن** کا معنی ہوا قرآن میں مشغول ہونا، اس پر عمل کرنا، اسکی تلاوت کرنا، تو **قام بالدعاء** کا معنی بھی ہوا دعا میں مشغول ہونا اور **لایقوم بالدعاء** کا معنی ہوا دعاء میں مشغول نہ ہو، دعا کا عمل نہ کرے۔

ایک اور حدیث میں ہے **"لاتزال من امتی امة قائمة بامر الله"** میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ ایسی رہے گی جو اللہ کے امر یعنی دین کو قائم کرنے والی ہوگی یعنی اس پر عمل پیرا رہے گی،

اس حدیث میں بھی **قام بالدین** کا معنی دین کے احکام کی ادائیگی ہے نہ کہ اللہ کے دین پر کھڑے ہو کر عمل کرنا،

علامہ محمد طاہر ہندی رحمہ اللہ معنی کرتے ہیں

امة قائمة متمسكة بدينها یعنی اپنے دین پر مضبوطی سے عمل کرنے والی جماعت ہوگی، اور **قام بالامر** کا معنی کرتے ہیں **حفظه ولم یضیعه** امر کو قائم کیا یعنی حفاظت کی اور ضائع نہ ہونے دیا (مجمع بحار الانوار ۳/۱۸۳،۱۸۴)

سوچنے کی بات ہے کہ ثلاثی مجرد کا صیغہ جب کسی حرف کے ذریعہ متعدی ہو تو اس کا معنی تعدیہ والا کرنا چاہیئے نہ کہ لازم والا، تو فقہاء کی عبارت میں **لایقوم بالدعاء** کے اندر **لایقوم** متعدی بذریعہ باء ہوا تو اگر ترجمہ کریں نہ کھڑا ہو دعا کرتے ہوئے، تو کھڑا ہونا لازم کا ترجمہ ہے، اور جب معنی کریں نہ قائم کرے دعا کو یعنی نماز جنازہ کے بعد دعا کا عمل نہ کرے تو یہ ترجمہ متعدی والا ہوگا، اور صحیح ہوگا، لہٰذا مذکورہ عبارات میں **قام بالدعاء** اور **لایقوم بالدعاء** کا معنی دعا کی ادائیگی ہے، تو مطلق دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا یہ تاویل غلط ہے کہ قیام کی حالت میں دعاء سے منع کیا گیا ہے اور بیٹھ کر دعاء کی جاسکتی ہے (اگر یہ معنی کسی معتبر بزرگ نے بھی کیا ہو تو اس سے بھی غلطی ہوئی)

الحاصل ان عبارات سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعاء نہیں کرنی چاہیئے کہ مکروہ ہے امام ابوبکر اور مفتی سعد اللہ اور مولانا عبدالحی رحمہم اللہ کی عبارات میں مکروہ کہا گیا ہے، اور جب مطلق مکروہ بولا جائے تو حقیقی معنیٰ میں مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے کیونکہ وہ مکروہ کا فرد کامل ہے،

مکروہ ٹھہرانے کے لئے دلیل؟

سوال: جب تم اس کو مکروہ کہتے ہو تو مکروہ کیلئے دلیل ضروری ہے کیونکہ فتاوی شامی میں ہے **"لان الکراھة حکم شرعی فلابد له من دلیل"** (کراہت حکم شرعی ہے اس لئے اس کیلئے دلیل ضروری ہے) تو اس کے مکروہ ہونے پر کوئی نص پیش کرو؟

جواب:

اول: تو اس دلیل شرعی کا معلوم ہونا مقلد کیلئے ضروری نہیں لہٰذا جس فقہ کا پیروکار ہے اس کے فقہاء جب مکروہ کہیں تو بس مقلد مکروہ سمجھے یہی فقہی تصریح مکروہ کی دلیل ہوگی

دوم: دلیل شرعی صرف قرآن وحدیث کا نام نہیں بلکہ فقہی تصریح بھی دلیل شرعی ہے اور اس بارے میں فقہاء کی تصریحات ابھی پیش ہو چکی ہیں،

سوم: جس عمل کا ثبوت ادلہ اربعہ سے نہ ہو نبی کریم ﷺ اور صحابہ تابعین وتبع تابعین سے کرنا ثابت نہ ہو اور ثواب سمجھ کیا جائے اور نہ کرنے والوں پر طعن ہو وہ بدعت ہوتا ہے اس کا بدعت ہونا ہی مکروہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم وسلف نے بدعت سے سختی سے منع فرمایا ہے، یہی منع دلیل کراہت ہوگی،

اہل بدعت کے دلائل اور جواب:

اس سلسلہ میں بریلوی حضرات نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ کئی قسم کے ہیں یعنی قرآن مجید اور احادیث اور بعض فقہی عبارات، ان دلائل کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے،

قرآن مجید:

قرآن مجید سے جو آیات پیش کی گئیں ان میں سے صرف دو قابل بحث ہیں

پہلی دلیل:

(۱) قرآن مجید میں ہے

اجیب دعوة الداع اذادعان (سورہ بقرہ۱۸۶)

میں دعاء مانگنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی مجھ سے دعا مانگے،

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ ہر وقت دعا کی اجازت ہے اور ہر وقت دعا قبول ہوتی ہے، اس آیت میں عموم ہے اس میں تخصیص کرنا یا قید لگانا تب جائز ہے کہ تخصیص وتقیید پر قرآن مجید کی آیت یا کم از کم حدیث متواتر یا مشہور پیش کی جائے کسی فقیہ کی فقہی عبارت تو کجا اخبار آحاد اور قیاس سے تخصیص کرنا جائز نہیں ہے (قرآن وسنت کی روشنی میں دعاء کا ثبوت ص ۱)

جواب:

اولاً: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ دعا کیلئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہر وقت دعا کی جاسکتی ہے لیکن کسی خاص وقت کو خود دعا سے خاص بنالینا ہرگز جائز نہیں، خود قادری صاحب لکھتے ہیں کہ طحطاوی شرح مراقی الفلاح میں ہے

یکرہ ان یخص صلاۃً اووقتاً بدعاء یہ مکروہ ہے کہ آدمی کسی خاص نماز یا وقت کے ساتھ دعا کو خاص کرے،

جس کو علامہ طحطاوی مکروہ کہہ رہے ہیں بتائیں کہ وہ آیت کو کسی خبر متواتر یا مشہور سے خاص کررہے ہیں یا محض اپنی طرف سے یہ کہہ کر آیت میں تخصیص کرکے نسخ کررہے ہیں یا ان کا یہ بیان آیت کے اندر تخصیص نہیں بلکہ آیت کا بیان ہی ہے؟ جب تخصیص نہیں تو ان کی یہ عبارت صاف بتاتی ہے کہ کسی نماز یا وقت کو دعا سے خاص کرنے والا آیت پر عمل نہیں کررہا بلکہ بدعت ایجاد کررہا ہے، اگر آدمی کی یہ تخصیص آیت کے تحت ہوتی تو مکروہ کیوں ہوتی؟

ثانیاً: اگر آیت میں عموم ہے اور اس کی تخصیص خبر واحد یا فقہی عبارت سے کرنا جائز نہیں تو جناب فرمائیں بیت الخلاء میں اور تکبیر تحریمہ کے وقت اور سورہ فاتحہ وسورت کے درمیان اور سورہ ورکوع کے درمیان اور دوسرے سجدہ کے بعد قیام سے پہلے اور قعدہ اولیٰ میں **عبدہ ورسولہ** کے بعد اور نماز جنازہ میں پہلی ودوسری تکبیر کے بعد اور اذان کے درمیان وا قامت کے درمیان دعا کرنا (آیت کے عموم کی وجہ سے) جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو آیت کے عموم سے کیوں نکلی؟ کیا ان مقامات سے متعلق کوئی خبر متواتر یا مشہور آپ کے سامنے آئی ہے؟ تو پیش کیجئے، یا خبر واحد یا فقہی عبارت؟ جبکہ اس کو لیکر تخصیص ناجائز کہتے ہو پھر تمہارے لئے تخصیص کیوں جائز ہوگئی اور ہمارے لئے کیوں ناجائز ہوئی؟

یہ سوال قادری صاحب کو نہ سمجھ آیا تھا نہ معقول جواب دے سکے، اگر کوئی بریلوی سمجھ جائے تو خوب سوچ کر جواب دے،

ثالثاً: فقہاء فرماتے ہیں کہ قرآن وسنت میں کوئی عام عام نہیں بلکہ ہر عام مخصوص عنہ البعض ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ علامہ عینی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں

ان اهل الاصول قالوامامن عام الاوقدخص والمخصص قديكون عقلياً او عرفياً

(اوجز المسالک ۴/۵۷، عمدۃ القاری ۲/۹۸)

''اصولی حضرات کہتے ہیں کہ جو بھی عام ہے اس کو خاص کیا گیا ہے پھر اس کا مخصّص کبھی عقلی ہوتا ہے اور کبھی عرفی''
تو یہ آیت بھی عام مخصوص عنہ البعض ہے تو جو بعض اس آیت سے خارج ہیں ان میں ایک نماز جنازہ کے بعد کا وقت بھی ہے کہ آیت میں وہ داخل نہیں ہے جس کی دلیل فقہاء کی عبارات ہیں،

دوسری دلیل:

(۲) قرآن مجید میں ہے

فاذا فرغت فانصب (سورہ الم نشرح ۷/)

کہ جب آپ ﷺ فارغ ہو جاؤ تو مشغول ہو جاؤ،

مفسرین نے آیت کی ایک تفسیر یہ کی ہے **فاذا فرغت من الصلاۃ یامن صلاتک فانصب فی الدعاء،** کہ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعاء میں مشغول ہو جاؤ، تو ہر نماز کے بعد دعاء کا حکم ہے جن میں نماز جنازہ بھی داخل ہے،

جواب:

اولاً: اس آیت کے تحت جتنی تفسیروں کے حوالے دیئے جاتے ہیں سب میں لفظ **"من صلاتک"** اور **"من الصلاۃ"** ہیں اور دونوں معرفہ ہیں ایک معرفہ بہ الف لام دوسرا معرفہ بہ اضافت، اور معرفہ میں عموم نہیں ہوتا اس لئے ہر قسم کی نماز مراد نہیں ہے بلکہ خاص نماز معروف مراد ہے جس کو سنتے ہی ہر سمجھ جاتا ہے یعنی پانچ وقتی نماز، چنانچہ آیت کی تفسیر میں یہ لفظ بھی آتے ہیں

" اذا فرغت من الصلاۃ المکتوبۃ" جب آپ ﷺ فرض نماز سے فارغ ہو،

مکتوب نماز سے پنجگانہ نماز مراد ہوتی ہے کیونکہ صلاۃ مکتوبۃ وہی ہے نہ کہ ہر قسم کی نماز، پھر نماز جنازہ حقیقت میں نماز نہیں ہے دعاء ہے، تو وہ صلاۃ کا مصداق نہیں ہے، اگر کوئی آیت کی تفسیر میں لفظ **"من صلاۃ الجنازۃ "** دکھائیں تو منہ مانگا انعام دیا جائے گا،

ثانیاً: فرض نمازوں کے بعد دعاء کا مصداق وہ دعاء بھی ہے جو نمازوں کے آخر میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ کر مانگی جاتی ہے،

ثم قال فاذافرغت یامحمدمن الصلاۃ المکتوبۃ بعدالتشھدوالقرأۃ والرکوع والسجودوانت جالس قبل ان تسلم فانصب (تفسیر مقاتل بن سلیمان ۷۴۲/۴)

الضحاک یقول فی قولہ فاذافرغت فانصب یقول من الصلاۃ المکتوبۃ قبل ان تُسلّم فانصب (جامع البیان طبری ۲۴/۴۹۶)

ای اذافرغت من الصلاۃ فاتعب بالدعاء ابن مسعودقبل التسلیم (غرائب التفسیر للنیشابوری ۲/۱۳۵۸) قال الشعبی اذافرغت من التشھدفادع لدنیاک و آخرتک (تفسیرالرازی ۳۲/۲۰۹) ومعناہ فاذافرغت من ارکان الصلاۃ اوقاربتَ الفراغ منھا(تبیین الحقائق ۱/۱۲۴) واما فی القعدۃ الاخیرۃ فیدعوبعدالتشھدویسأل حاجتہٗ لقولہ تعالی فاذافرغت فانصب جاء فی التفسیران المرادمنہ الدعاء فی آخرالصلاۃ فانصب للدعاء (بدائع الصنائع ۱/۲۱۳)

علامہ سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب نمازی تشہد پڑھ کر درود شریف پڑھ لے تو

ثم ید عولحاجتہ لقولہ تعالی فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب (مبسوط ۱/۳۰)

تو اپنی حاجت کیلئے دعا مانگے کیونکہ اللہ تعالی نے حکم فرمایا **فاذا فرغت فانصب الآیۃ** (پھر سلام پھیرے)

دیکھیں علامہ سرخسی وغیرہم آیت کا مصداق وہ دعاء قرار دیتے ہیں جو سلام سے پہلے کی جاتی ہے نہ کہ سلام کے بعد کی دعاء، تو جس طرح آیت سے وہ دعا مراد ہے جو نماز کے اندر تشہد کے بعد ہے، اسی طرح نماز جنازہ کے اندر سلام سے پہلے کی دعا مراد ہوگی، لہٰذا اس سے دعاء بعد جنازہ ہرگز ثابت نہیں ہوتی،

ثالثاً: آیت کی ایک تفسیر میں فرمایا گیا کہ ایک عبادت سے فارغ ہوکر دوسری عبادت میں لگ جاؤ، اور چوں کہ فرض نماز عبادت ہے اس لئے اُس کے بعد دعا جیسی عبادت میں لگنے کا حکم ہے لیکن جنازہ عبادتِ خداوندی نہیں ہے کہ اُس کے بعد دوسری عبادت یعنی دعاء میں مشغول ہونے کا حکم ہو بلکہ جنازہ مسلمان میت کا حق ادا کرنے کے لئے میت کے حق میں دعاء ہے، لہٰذا آیت کے حکم میں دعاء بعد جنازہ داخل ہی نہیں ہے،

احادیث نبویہ:

اور جو احادیث بطور دلیل پیش کی جاتی ہیں وہ متعدد ہیں

پہلی حدیث:

(۱) قادری صاحب نے اور ہمارے علاقہ کے ایک مفتی صاحب نے اپنی نظر میں سب سے مضبوط جو دلیل پیش کی ہے (جو ہر بریلوی پیش کیا کرتا ہے) وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اذاصلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء

اور ترجمہ اس طرح کیا ہے ''جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کیلئے فوراً خصوصیت سے دعا کرلو،

اور خصوصیت سے دعاء تب ہوگی کہ نام لیکر دعا کی جائے، کیونکہ نماز جنازہ کے اندر جو دعا ہے وہ عمومی ہے، خاص میت موجود کیلئے نہیں ہے، نیز یہ دعا بعداز جنازہ ہونی چاہیئے کیونکہ **فاخلصوا** میں فاء جزائیہ ہے اور جزا ہمیشہ شرط کے بعد آتی ہے، نیز فاء تعقیب مع الوصل کیلئے آتی ہے، اس لئے دعا فوراً بعد ہونی چاہیئے، ورنہ فاء اور **اذا** کا اور شرط و جزا کا فائدہ حاصل نہ ہوگا،

جواب:

اولاً: حدیث پاک کا یہ مفہوم کسی بھی محدث اور شارح حدیث نے بیان نہیں کیا خود بریلوی حضرات کا اپنی رسم کی تقویت کیلئے گھڑنتو ڈھکوسلہ ہے،

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کا ترجمہ یوں کرتے ہیں

چون نماز گزارید برمیت پس خالص کنید برائے وی دعارا واخلاص بے آمیغ کردن وبے ریاوسمعه آوردن طاعت خدارا (اشعة اللمعات ۱/۷۳۱ طبع نولکشور لکھنوسن طبع ۱۹۱۳ء)

جب میت پر نماز ادا کرو تو اس کیلئے دعاء خالص کرو، اخلاص امیزش کے بغیر اور ریا و شہرت کے بغیر اللہ کیلئے کام کرنے کو کہتے ہیں،

مولانا نواب قطب الدین دہلوی رحمہ اللہ ترجمہ یوں کرتے ہیں

''فرمایا رسول خدا ﷺ نے جس وقت کہ پڑھو تم نماز میت پر پس خالص کرو اس کیلئے دعا یعنی کسی کے دکھانے سنانے کا خیال نہ ہو خالص اللہ کی خوشنودی منظور ہو اور دل سے دعا کرو (مظاہر حق ۲/۵۴)

یا در ہے کہ مولانا دہلوی اور قطب الدین رحمہما اللہ کی عبارت میں لفظ پس کا اردو ترجمہ [تو] ہے نہ کہ اس کا ترجمہ نماز جنازہ کے پیچھے یعنی اس کے بعد، اس لئے لفظ پس کا سہارا لے کر جنازہ کے بعد کا ترجمہ سمجھ لینا جہالت ہے، ورنہ مطلب یہ نکلے گا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ جب جنازہ پڑھو تو میت کے لئے دعا میں اخلاص جنازے کے بعد ہونا چاہیئے، حالاں کہ اخلاص جنازہ کے اندر کی دعا میں مطلوب ہے،

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں

قال ابن الملک ادعوا له بالاعتقاد و الاخلاص انتهیٰ، ویمکن ان یکون معناه اجعلوا الدعاء خالصاًله فی القلب وان کان عاماً فی اللفظ (مرقات ۴/ ۱۴۱)

ابن الملک کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ میت کیلئے عقیدت واخلاص کے ساتھ دعا کرو، اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ دل میں دعا کو خاص میت کیلئے ٹھہراؤ اگر چہ الفاظ کے اعتبار سے عام ہے،

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

الدعاء للميت بخصوصه بعد التكبيرة الثالثة ركن (مرقات ۴/ ۱۴۱)

یعنی میت کیلئے خصوصیت کے ساتھ جس دعاء کا فرمایا گیا یہ خصوصی دعاء تیسری تکبیر کے بعد رکن ہے،

معلوم ہوا کہ اس حدیث میں اخلاص سے دعا کا حکم ہے، اور ظاہر ہے کہ اخلاص کا یہ حکم تیسری تکبیر کے بعد اندر کی دعا سے متعلق ہے اگر چہ اس کے رکن ہونے میں احناف کا شوافع سے اختلاف ہے،

مولانا مفتی سعد اللہ رحمہ اللہ کے فتاوی سعدیہ (ص ۱۳۰) سے منقول ہے کہ فرماتے ہیں

" آنچه درسنن ابی داؤد ایں حدیث منقولست اذاصلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء مراد ازاں دعائیست که قبل تکبیر چهارم در نماز میخوانند نه بعد آں زیرا که نه فرموده است که اذافرغتم عن الصلاة (تحقیق الدعاء ص ۷۹)

کہ یہ جو ابوداؤد میں حدیث منقول ہے کہ جب میت پر نماز پڑھو تو اس کیلئے خالص دعا کرو اس سے وہ دعا مراد ہے جو چوتھی تکبیر سے پہلے ہے نماز کے بعد کی دعا مراد نہیں، کیونکہ **اذا فرغتم عن الصلاة** نہیں فرمایا،

امام ابن ماجہ اس حدیث پر عنوان قائم کرتے ہیں "**باب ماجاء فی الدعاء فی الصلاة علی الجنازة**" امام بیہقی کا عنوان ہے "**باب الدعاء فی صلاة الجنازة**" اس عنوان میں "**فی صلاة الجنازة**" اور "**فی الصلاة علی الجنازة**" میں **فی** ظرف کا ہے، اور نماز جنازہ مظروف ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان محدثین کے نزدیک بھی یہ حدیث نماز جنازہ کے اندر کی دعا سے متعلق ہے، تو آپ لوگوں نے (جو کہ عجمی ہو) حدیث کو زیادہ سمجھا ہے یا ان حضرات نے جو عربی ہیں؟ جبکہ وہ **اذا** اور **فاء** کا قاعدہ بھی آپ سے زیادہ جانتے ہیں،؟ لہٰذا اگر چہ **اذا** اور **فاء** موجود ہے مگر اس حدیث میں **اذا** اور **فاء** کا وہ قاعدہ مستعمل نہیں ہیں،

ثانیاً: آپ لوگ بھی **اذا** اور **فاء** کا قاعدہ ہر جگہ لاگو نہیں کرتے مثلاً **اذاقرأت القرآن فاستعذ بالله** کا معنی یہ نہیں کہ قرآن پڑھ لینے کے بعد **اعوذ بالله** پڑھو (اگر چہ محض احتمال کے طور پر امام رازی نے کہا ہے، مگر آیت کا اصل حکم خداوندی تلاوت سے پہلے تعوذ کا ہے) اور **اذا قمتم الی الصلاة فاغسلوا** کا معنی یہ نہیں کہ جب نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ تب وضو کرو، اور **اذا رکع فارکعوا** جب امام رکوع سے فارغ ہو جائے تب رکوع کرو، جیسے یہاں حقیقی معنی متروک ہیں ایسے ہی

حدیث ابو ہریرہ میں بھی اذا اور فاء کا یہ معنی متروک ہے، اور معنی ہے "**اذا ارد تم الصلاۃ علی المیت و نویتم فاجعلوا الدعاء خالصا للمیت**" یعنی نماز جنازہ کی نیت کے وقت دعا کو خاص میت کیلئے کرنے کی نیت کرلو، جیسے سب لوگ نیت کے وقت خاص کرتے ہیں

ثالثاً: جیسے قرآن مجید کی ایک آیت دوسری کی تفسیر کرتی ہے ایسے ہی ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر کرتی ہے اسی سلسلہ کی دوسری حدیث ملاحظہ ہو جو حدیثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بہترین تفسیر ہے جس کے مقابلہ میں کم از کم عاشق رسول ﷺ کے نزدیک کوئی دوسری تفسیر ہرگز حجت نہیں ہوسکتی اور ہوا پرستی کا علاج نہیں ہے،

(۱) علامہ ابن حجر رحمہ اللہ امام عبد الرزاق ونسائی رحمہما اللہ سے حضرت ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں

السنۃ فی الصلاۃ علی الجنازۃ ان یکبر ثم یقرأ بام القرآن ثم یصلی علی النبی ﷺ ثم یخلص الدعاء للمیت الحدیث اسنادہ صحیح (فتح الباری ۳/ ۲۳۶)

نماز جنازہ میں سنت نبوی یہ ہے کہ تکبیر کہے پھر (عندالاحناف بنیت ثنا) سورہ فاتحہ پڑھے پھر درود شریف پڑھے پھر خالص میت کیلئے دعاء کرے،

(۲) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے بیان فرمایا

من السنۃ فی الصلاۃ علی الجنازۃ ان یقرأ بفاتحۃ الکتاب ثم یصلی علی رسول اللہ ﷺ ثم یخلص الدعاء للمیت حتی یفرغ ... ثم یسلم فی نفسہ (ابن ابی شیبۃ ۳/ ۱۸۰)

نماز جنازہ میں سنت نبوی یہ ہے کہ سورہ فاتحہ (بنیتِ ثناء) پڑھے پھر درود شریف پڑھے پھر خالص میت کیلئے دعا کرے یہاں تک کہ فارغ ہو پھر آہستہ سے سلام پھیر دے،

(۳) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یوں ہے کہ مجھے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بتایا

ان السنۃ فی الصلاۃ علی الجنازۃ ان یکبر الامام ثم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بعد التکبیرۃ الاولیٰ سراً فی نفسہ ثم یصلی علی النبی ﷺ و یخلص الدعاء للجنازۃ فی التکبیرات ....ثم یسلم فی نفسہ (سنن البیھقی ۴/ ۳۹ مسند الامام الشافعی/ ۳۵۹)

نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے پھر پہلی تکبیر کے بعد آہستہ سے فاتحہ پڑھے پھر درود شریف پڑھے اور تکبیرات

میں خالص میت کیلئے دعا کرے پھر آہستہ سے سلام پھیر دے،

اس صحیح روایت سے حدیث ابو ہریرہ کی بے غبار تفسیر ہورہی ہے کہ میت کیلئے جو خالص دعا کرنے کا حکم ہے وہ سنت نبوی ﷺ سے یوں ثابت ہے کہ نماز جنازہ کے اندر سلام سے پہلے کی خالص دعا ہے، نہ کہ بعد کی، لہٰذا ان حضرات کے سارے قاعدے ٹوٹ گئے نہ **اذا** اور **فاء** کے سہارے کی گنجائش رہی ہے، نہ جنازہ کے بعد الگ سے نام لیکر دعا کرنے کی گنجائش رہی، پھر بھی اگر کوئی ضدی اصرار کرے تو ہم اتنا کہیں گے کہ بے حیا باش وہر چہ خواہی کن، کیا حدیث نبوی مفسرؐ کے بعد ایسی تاویلات کی گنجائش رہتی بھی ہے؟ مزید کسی اور جواب کی گنجائش نہیں ہے، ہاں اتنا عرض کریں گے کہ اگر پھر بھی کوئی ضد کرے تو کسی ایک معتبر محدث یا شارح حدیث کا حوالہ پیش کرے کہ یہاں **اذا** اور **فاء** کا تعقیب مع الوصل کا معنی ملحوظ ہے۔

یاد رہے کہ کبھی تعقیب مع الوصل محض بیانی اور ذکری ہوتی ہے حقیقی اور صوری تعقیب مقصود نہیں ہوتی یہاں بھی زیادہ سے زیادہ یہی ذکری تعقیب ہے،

دوسری دلیل:

ایک دلیل ضمنی طور پر یہ بھی سنتے جائیں کہ مولوی سعید اسعد ملتانی کا مولانا یوسف رحمانی سے اسی مسئلہ پر مناظرہ ہوا، اس مناظرہ میں سعید اسعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بخاری شریف کی روایت پیش کی کہ انہوں نے نماز جنازہ کے بعد فاتحہ پڑھی اور فرمایا میں نے اس لئے پڑھی تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ سنت ہے کہ جنازہ کے بعد فاتحہ پڑھی جائے۔

اس حدیث میں ملتانی صاحب نے سخت تحریف معنوی کی ہے، ٹھیک ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک بطور قرآت جنازہ میں فاتحہ نہیں ہے مگر امام اعظم رحمہ اللہ یہ تو نہیں فرما گئے کہ میرے مذہب کی خاطر ایک صحیح حدیث میں تحریف معنوی کر کے میرے مذہب کو بچانا، حدیث ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے بھی صاف واضح ہے کہ جن حدیثوں میں فاتحہ پڑھنے کا ثبوت ہے وہ نماز جنازہ کے اندر فاتحہ ہے نہ کہ نماز جنازہ کے بعد، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بھی جنازہ کے اندر کی فاتحہ سے متعلق ہے جو احناف کے نزدیک بطور ثناء اور دعا پڑھی جا سکتی ہے بطور قرأت نہیں پڑھی جا سکتی، اس لئے احناف کو حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی طرح جان چھڑانے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ بھی احناف کے خلاف نہیں ہے، اور شیخ عبدالحق محدثِ دہلوی رحمہ اللہ نے بھی ترجمہ کرتے ہوئے اس کو جنازہ کے اندر فاتحہ سے متعلق بتایا ہے البتہ یہ بھی ذکر کیا کہ احتمال ہے کہ جنازہ کے بعد فاتحہ پڑھنا مراد ہو تو محض احتمال کے طور پر اس فاتحہ پڑھنے کو جنازہ کے بعد ہونا ذکر کیا ہے (اشعۃ اللمعات) اور احتمالِ محض پر عمارت قائم نہیں کی جا سکتی، لہٰذا اس کی حیثیت احتمال محض سے زیادہ نہیں ہے،

تیسری دلیل:

سنن بیہقی ۴۲/۴ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے (قادری صاحب کے الفاظ یوں ہیں) کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی لڑکی فوت ہوئی اور خود جنازے کے پیچھے اپنے خچر پر سوار ہو کر آرہے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر اس پر چار تکبیرات کہیں اور نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد سلام پھیر کر اٹھے (کیا جنازہ بیٹھ کر پڑھا تھا؟ مرتب) اور دو تکبیروں کے درمیانی وقفے کی مقدار دعا کرتے رہے، پھر فرمایا کہ آپ ﷺ بھی جنازہ کے بعد اس طرح کیا کرتے تھے الخ،

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ خود قادری صاحب عربی سے بالکل جاہل یا متجاہل ہیں، روایت کے جو الفاظ خود نقل کئے ان الفاظ کا بھی صحیح مطلب کیا سمجھتے معنی بھی درست نہ کر سکے، الفاظ یہ ہیں

"قام بعد الرابعة قدرمابين التكبيرتين يدعوا ثم قال كان رسول الله ﷺ يصنع (فی الجنازة) هٰكذا

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ چوتھی تکبیر کے بعد دو تکبیروں کے درمیانی وقفہ کے بقدر ٹھہرے دعا کرتے رہے پھر (سلام کے بعد) فرمایا رسول اللہ ﷺ بھی (جنازہ کے اندر) ایسا ہی کیا کرتے تھے،

قادری صاحب نے حدیث کے الفاظ و معنی دونوں میں تحریف کر دی، کہ اپنی طرف سے لفظ **"فی الجنازة"** درج کئے جو اگر چہ ان کے اپنے خلاف ہیں مگر حدیث میں نہیں ہیں، اور بات چوتھی تکبیر کے بعد دعا کی ہے اور اس کو سلام کے بعد بیان کرتے ہیں، تو حدیث میں اتنی بات ہے کہ انہوں نے چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے دعا کی اور فرمایا نبی کریم ﷺ بھی چوتھی تکبیر کے بعد دعا کرتے تھے، یہ روایت ہم احناف کے بعض مشائخ کے قول میں معمول بہا ہے مگر فتوی اس پر ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں ہے (مراقی الفلاح وغیرہ) ہاں شوافع کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد بھی دعا ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث پر یہ عنوان دیا ہے **"باب ماروی فی الاستغفار للميت والدعاء له مابين التكبيرة الرابعة والسلام"** یعنی باب اس روایت کے بیان میں جو چوتھی تکبیر و سلام کے درمیان میت کیلئے استغفار و دعا کے بارے میں مروی ہے، امام نووی رحمہ اللہ بھی اِسی کے متعلق فرماتے ہیں

" ويحتج للدعاء فی الرابعة بمارويناه فی السنن الكبير للبيهقی عن عبدالله بن ابی اوفیٰ" (الاذكار ۱۶۹)

چوتھی تکبیر کے بعد دعاء کیلئے سنن بیہقی کی حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ والی روایت سے حجت پکڑی جاتی ہے،

ریاض الصالحین میں بھی اس روایت سے استدلال کیا ہے، احناف اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس کا راوی ابراہیم بن مسلم ہجری ضعیف ہے جس کا ضعیف ہونا کتب اسماء الرجال میں صاف درج ہے (تقریب التہذیب ۱/۶۶، المغنی ۱/۴۷ میزان الاعتدال ۱/۶۵ احوال الرجال ۹۱/)

چوتھی دلیل:

بخاری شریف میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عبید بن قیس ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے پر ان کیلئے دعاء کی **اللھم اغفر لعبید ابی عامر (بخاری ۲/ ۶۱۹)**

جواب: یہ دعاء تو وفات کے بعد جنازہ سے بھی پہلے تھی، نماز جنازہ کے بعد نہیں تھی،

پانچویں دلیل:

مسلم شریف (۲/ ۲۷۴) میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد لوگوں نے جنازہ کو گھیر لیا، دعائیں فرما رہے تھے اور ثناء و تعریف کر رہے تھے "**فتکنفه الناس یدعون و یثنون**" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس قوم میں میں موجود تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے دعا کر رہے تھے، دیکھو صحیحین کی حدیث سے ہم نے دعا کا صاف ثبوت دے دیا،

جواب: بیشک دعا کا تو ثبوت دیا مگر دعا بعد جنازہ کا ثبوت نہیں دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابھی نہ دفن ہوئے تھے نہ جنازہ پڑھا گیا تھا کہ لوگ اپنے اپنے طور پر دعائیہ کلمات کہہ رہے تھے تو اس سے دعا بعد جنازہ کیسے ثابت ہوئی؟

چھٹی دلیل:

ایک حدیث مشکوۃ شریف ص ۱۴۵ پر بحوالہ مسلم موجود ہے کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اور پھر جو دعا فرمائی وہ میں نے یاد کی جس کے الفاظ یہ ہیں" **اللھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه الخ** یہ دعا جنازہ کے بعد تھی تب ہی تو حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے یاد کی (یہاں بھی فاء کلمہ کا سہارا ہے)

جواب: حضرت عوف رضی اللہ عنہ جس دعا کو نقل کر رہے ہیں وہ نماز جنازہ کے اندر کی دعا ہے، امام ابن ماجہ اور ترمذی اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہم اللہ اس حدیث کو نماز جنازہ کے اندر کی دعا کے باب میں ذکر کرتے ہیں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "**فیه اثبات الدعاء فی صلاة الجنازة**" اس حدیث میں جنازہ کے اندر کی دعا کا ثبوت ہے، علامہ ابن نجیم مصری (بحر الرائق ۱/ ۱۸۳) اور حلبی (کبیری ص ۵۴۱) اور حسن بن علی شرنبلالی (نور الایضاح مع مراقی الفلاح ۱۴۳/ ۱۴۲) وغیرہم رحمہم اللہ فقہاء اس حدیث کو تیسری تکبیر کے بعد کی منقول دعاؤں کی روایات میں نقل کرتے ہیں، روایت کے منقول متعدد الفاظ کو بھی غور سے دیکھیں اور بدعت کی آنکھوں سے نہ دیکھیں تو روایت بھی بتاتی ہے کہ یہ دعا جنازہ کے اندر کی ہے

"**سمعت النبی ﷺ و صلی علی جنازة یقول، سمعت رسول اللہ ﷺ یقول علی المیت، یصلی علی**

المیت ففهمت من صلوته علیه، صلی علی جنازة یقول،

ان الفاظ میں غور کریں کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ **فحفظت** کی فاء سے جناب نے مغالطہ کھایا امام نووی رحمہ اللہ آپ کو سمجھاتے ہیں کہ **فحفظت** کا مطلب یہ ہے کہ **"علمنیه بعد الصلاة فحفظت"** نماز جنازہ کے بعد آپ ﷺ نے مجھے یہ دعا سکھائی تو فوراً میں نے یاد کرلی، (شرح مسلم ۱/۳۱۱)

اور اگر انہوں نے جنازہ کے اندر یہ دعا سن لی تھی تو وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ معلم تھے اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعلیم کیلئے کبھی آپ ﷺ زور سے پڑھ لیتے تھے، تو یہ جنازہ کے اندر کی دعا تھی،

ساتویں دلیل:

فتح القدیر جلد اول ص ۴۵۶ باب الجنائز اور کبیری وغیرہ میں ہے کہ جب جنگ موتہ میں زید بن حارثہ و جعفر طیار رضی اللہ عنہما شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے شہادت کی خبر دیکران پر نماز جنازہ پڑھی، دعا فرمائی، اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا تم بھی دعا کرو لفظ یہ ہیں **فصلی علیه ودعاله وقال استغفروا له، فصلی** کے بعد **ودعا** کے لفظ ہیں عطف مغایرت کا مقتضی ہے،

جواب:

اولاً: تو یہ غائبانہ جنازہ سے متعلق شوافع کی دلیل ہے جس کو جناب اپنی دلیل بنا رہے ہیں کیا اب آپ کے پاس احناف والی دلیلیں نہیں رہیں؟ پھر آپ شوافع کو اس دلیل کا کیا جواب دیں گے ؟

ثانیاً جس فتح القدیر سے جناب نقل کر رہے ہیں اسی کے مصنف علامہ ابن ہمام نے اس روایت کا ضعف بیان کیا ہے (فتح القدیر ۲/۸۱) مگر خائن بن کر آپ لوگ آنکھیں بند کردیتے ہو، اس روایت میں راوی محمد بن صالح وعبدالجبار بن عمارة اور عاصم بن عمر بن قتادہ مجہول راوی ہیں،

ثالثاً: اگر روایت صحیح تسلیم کرلی جائے تو صلاۃ و دعا بیشک عطف کی وجہ سے مفہوماً مغایر ہیں مگر اس تغایر سے دعا کا نماز کے بعد ہونا تو ثابت نہیں ہوتا بلکہ نماز و دعاء اکٹھی ہوئی، صرف مفہومی تغایر ہے، اس کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں مثلاً **ارسلناک بالحق بشیراً ونذیراً** ہم نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا بشیر ونذیر بنا کر، یہ دونوں صفتیں مفہوم کے لحاظ سے مغایر ہیں مگر جب سے آپ ﷺ بشیر ہیں تب سے ہی نذیر بھی ہیں **فیه هدی وشفاء** قرآن مجید میں ہدایت وشفاء ہے، یہ دونوں صفتیں مفہوم میں الگ ہیں مگر اکٹھی ہیں ایسے ہی نماز جنازہ و دعا مفہوم کے لحاظ سے الگ ہیں مگر اکٹھی ہوئیں،

جنازہ کے بعد دعا نہیں ہوئی،

آٹھویں دلیل:

مبسوط ۲/۶۷ اور بدائع الصنائع ۱/۳۱۱ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جنازے سے رہ گئے تھے (اس کے بعد لوگ دعا کیلئے ہاتھ اٹھا ہی رہے تھے کہ آپ نے آواز دی) "**ان سبقتمونی بالصلاۃ علیه فلا تسبقونی بالدعاء له**" اگر چہ نماز جنازہ میں آپ لوگ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں مگر دعا میں مجھ پر سبقت نہ کرو، دعا میں مجھے بھی اپنے ساتھ شامل ہو لینے دو،

جواب:

اِنہی دنوں میرے مطالعہ میں امام ابن ابي الدنیا رحمہ اللہ کے رسائل کا مجموعہ آیا، اس میں مجھے یہ روایت ملی ہے، ملاحظہ ہو کہ اصل روایت کس طرح ہے اور اس کی پوزیشن کیا ہے؟

امام ابن ابي الدنیا بسند اسحاق بن اسماعیل، وکیع بن جراح، سالم ابوالعلاء مرادی سے روایت تخریج کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سار یہ کہتے ہیں

جاء عبد الله بن سلام بعد ماصُلی علی عمر رضی الله عنه فقال ان کنتم سبقتمونی بالصلاۃ علیه فلا تسبقونی بالثناء ثم قام فقال نعم اخو الاسلام کنت یاعمر جواداً بالحق بخیلا بالباطل ترضی حین الرضا وتسخط حین السخط لم تکن مداحاً ولا مغتاباً طیّب الظرف عفیف الطرف (کتاب ذکر الموت موسوعة الامام ابن ابی الدنیا ۵/۲۰۴ رقم الحدیث ۱۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھی جانے کے بعد حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو فرمایا اگر تم لوگ نماز میں مجھ پر پہل لے گئے ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے میں مجھ پر پہل نہ لے جاؤ پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے عمر: تو اسلام کا اچھا بھائی تھا حق کا سخی باطل کا بخیل تھا، خوشی کے وقت خوش ہوتا اور ناراضگی کے وقت ناراض ہوتا، نہ تو بہت تعریف کرنے والا تھا نہ غیبت کرنے والا تھا، پاکیزہ برتن والا اور پاک نگاہ والا تھا۔

روایت کی اس اصل عبارت کے بعد کچھ خفا نہیں کہ نہ تو ان کے جنازے کے بعد دعا ہو رہی تھی، اور نہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے دعا میں شامل کرنے کیلئے ان حضرات کو آواز دی ہے، لہٰذا اہل بدعت کی ذرا برابر بھی دلیل نہیں بنتی، اگر کوئی ضدی مولوی ملاں ضد کرے اور مُصِر ہو تو اس کو چاہیئے کہ ہماری طرح حدیث کی کسی اصل کتاب سے حوالہ پیش کرے ہر جگہ بڑیں مارنے سے کام نہیں بنتا اس لئے خوامخواہ بڑیں نہ مارے، اور سند اور متن حدیث پیش کر کے بات کرے۔ اس سے یہ بھی

صاف ظاہر ہوا کہ اکثر فقہی کتابوں میں روایت بالمعنیٰ ہے اس لئے اہل بدعت وہاں ذکر کردہ روایات کے الفاظ پر لغوی اور اصول فقہ کے قاعدے جاری کر کے گاڑی چلانے کا کاروبار بند کردیں۔

یہ تو ہوئی روایت کے متن کی بات کہ اس میں دعاء کا کچھ ذکر تک نہیں ہے، سند کی پوزیشن بھی پیش نظر ہونا ضروری ہے، اس کی سند میں راوی (۱) ابوالعلاء مرادی کیسا ہے؟ اس کی کنیت ابوالعلاء ہے اور نام سالم ہے مگر اس نام اور کنیت کے دو راوی ہیں ایک سالم ابوالعلاء مرادی مولی ابراہیم الطائی ہے جس کے متعلق علامہ ذہبی مجہول ہونے کا اشارہ دیتے ہیں، فرماتے ہیں کہ اس سے عبدالصمد بن عبدالوارث تنوری کے سوا کسی نے حدیث نہیں بیان کی (المغنی ۱/۳۹۰ میزان ۲/۱۱۴) امام ابن جارود نے اس کو ضعیف کہا ہے (لسان المیزان ۳/۷) اس نام کا دوسرا راوی ابوالعلاء سالم بن عبدالواحد یا ابن العلاء مرادی شیعہ ہے جس کو امام ابن معین ونسائی نے ضعیف کہا ہے (المغنی ۱/۲۸۸) (۲) دوسرا راوی عبداللہ بن ساریہ بالکل مجہول ہے جس کا کچھ حال ذکر نہیں ہے، اور یہ مستدِل کے ذمہ ہے کہ اپنے مستدَل کو صحیح ثابت کرے، معترض کے ذمہ جرح کا ثبوت تب ہے جب مستدِل راوی کا چہرہ تو دکھائے یہاں راوی کا چہرہ چھپا ہوا ہے۔

نویں دلیل:

بدائع الصنائع ۱/۳۱۱ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی بعد میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک قوم سمیت تشریف لائے اور جنازہ دوسری بار پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا **"الصلا ۃ علی المیت لاتعاد ولکن ادع للمیت و اغفرلہ"** جنازہ دوبارہ نہیں پڑھا جاسکتا ہاں میت کیلئے دعا واستغفار کرلو،
آپ ﷺ نے جنازہ کے بعد ان کو دعا کا حکم فرمایا

جواب:

اولاً: تو اس روایت کی بھی سند لایئے محقق حلبی کہتے ہیں کہ **"لم اجدہ"** مجھے نہیں ملی، ثانیاً اگر روایت صحیح ثابت ہو تو بھی روایت میں کسی لفظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ جنازہ کے فوراً بعد تشریف لائے پھر آپ ﷺ نے جو حکم فرمایا کہ دعا واستغفار کرلو یہ امر ہے اور امر فور کیلئے نہیں ہوتا اس لئے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فوری دعا کرنے کا حکم فرمایا اور انہوں نے فوری دعا فرمائی، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جنازہ دوبارہ نہ پڑھو ہاں جب چاہو میت کے حق میں دعا کرلینا،

دسویں دلیل

بدائع ۱/۳۱۲ میں ہے" **وروی ان ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہما فاتھما صلاۃ علی جنازۃ فلماحضرا**

ما زاد ا علی الاستغفار له،،

مروی ہے کہ حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی ایک جنازہ پر نماز فوت ہوگئی جب دونوں حاضر ہوئے تو میت کیلئے استغفار پر اور کوئی چیز زیادہ نہ کی، ان حضرات نے جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا مغفرت کی ہے،

جواب: اس روایت پر بھی محقق فرماتے ہیں **لم اجده** مجھے نہیں ملی، جناب سند لائیے، پھر روایت میں کونسے الفاظ سے ثابت ہے کہ یہ حضرات جنازہ کے فوراً بعد آئے ہیں؟ ہر جگہ فاء کے تنکے کا سہارا کام نہیں دیتا،، پھر زیادہ سے زیادہ ان حضرات کا اپنے اپنے طور پر "**اللهم اغفرله**" یا "**غفر الله له**" کہنا ثابت ہوا، اجتماعی واہتمامی دعا ثابت نہیں ہے، روایت سے محل نزاع کی دلیل ثابت نہیں ہوتی،

گیارہویں دلیل:

مصنف ابن ابی شیبہ (۳/۱۳۳) میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ پڑھایا پھر اس کے بالکل قریب جا کر یہ دعا فرمائی **اللهم عبد ک وابن عبد ک فاغفرله ذنبه ووسع مدخله،**

جواب: اصل روایت اس طرح ہے کہ حضرت عمیر بن سعید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت یزید بن مکفف رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھی " **فکبر علیه اربعاً ثم مشی حتی اتاه فقال اللهم عبد ک الخ،،** حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چار تکبیرات کہیں پھر چل دیئے حتی کہ پھر اس کے پاس آئے اور یہ دعا فرمائی (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۱۲)

اس حدیث میں لفظ ہیں **ثم مشی** جنازہ پڑھ کر چلے گئے تھے جنازہ کے بعد دعا نہیں مانگی تھی، پھر میت کے دفن کے وقت قبر پر حاضر ہوئے اور دعا کی، چنانچہ امام ابن ابی شیبہ اس حدیث کے اوپر عنوان دیتے ہیں

"**باب فی الدعاء للمیت بعد مایدفن ویسوی علیه**" یعنی میت کو دفن کر لینے اور مٹی برابر کر لینے کے بعد کی دعا کا بیان،

اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دفن کے بعد یہ دعا فرمائی ہے نہ کہ جنازہ کے فوراً بعد،

بارہویں دلیل:

عون المعبود شرح ابوداؤد میں ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کا جنازہ آپ ﷺ نے پڑھایا اور اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی الفاظ یہ ہیں "**ثم رفع یدیه وقال اللهم الق طلحة ....**، دیکھو ہاتھ اٹھانا بھی ثابت اور دعا کے الفاظ بھی موجود،

جواب: یہ روایت متن کے اعتبار سے مضطرب ہے کہ کہیں لفظ یہ ہیں کہ رات کو وفات پا گئے تھے اور وصیت کی تھی کہ رات کو نبی کریم ﷺ کو بلا کر تکلیف نہ دینا، وفات پا گئے رات کو ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا تھا، صبح کی نماز کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو اطلاع دی **فرفع النبی ﷺ یدہ وقال اللھم القہ یضحک الیک وانت تضحک الیہ ،** آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی اے اللہ! تو طلحہ سے اس حال میں ملاقات کر کہ وہ آپ کو دیکھ کر ہنسے اور آپ اس کو دیکھ کر ہنسو،

اس متن کے مطابق یہ دعا جنازہ کے بعد نہیں فرض نماز کے بعد ہے (مجمع الزوائد ۹/۶۱۰)

ایک روایت میں یوں ہے کہ صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی وفات کی خبر دی تو آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لائے آپ کے ساتھ لوگوں نے صفیں باندھیں **"وقال اللھم الق طلحة"** یا **"ثم رفع یدیہ وقال"** آپ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعائیہ کلمات کہے (مجمع الزوائد ۹/۶۱۱ کنز العمال ۱۳/۱۹۲)

اس روایت کے الفاظ **وقال اللھم** .. جنازہ کے اندر دعا ہونا ظاہر کرتے ہیں، اور **ثم رفع یدیہ وقال** سے جنازے کے بعد دعا ہونا ظاہر ہوتا ہے، دونوں روایتوں کے مطابق آپ ﷺ کی یہ دعا (نماز جنازہ کے اندر ہو یا باہر جبکہ نماز جنازہ اور تدفین ہو چکی تھی دفن کے بعد آپ ﷺ کا جنازہ پڑھنا دراصل برکت کیلئے اور آپ ﷺ کی خصوصی شفاعت کیلئے ہوتا تھا اور یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی ورنہ غیر ولی دوبارہ نہیں پڑھ سکتا جبکہ آپ ﷺ صرف روحانی ولی تھے نہ کہ جسمانی، بہر صورت آپ ﷺ کی یہ دعا) دفن کے بعد ہے، اور دفن کے بعد جیسے اکیلے دعا مستحب ہے ویسے ہی اجتماعی دعا بھی مستحب ہے، اور روایت کا اضطراب اس کو نا قابل استدلال بناتا ہے۔

بس یہ روایات ہیں جنہیں اس مسئلہ پر دلیل میں پیش کیا جاتا ہے،

کتبِ فقہ کے حوالے:

اور کچھ حوالے کتبِ فقہ سے بھی دیئے جاتے ہیں

پہلا حوالہ:

(۱) بحر الرائق میں دعا کی ممانعت کی جو عبارت اوپر ذکر ہوئی اس کے بعد متصل یہ بھی ہے **"وعن الفضلی انہ لابأس بہ"** یعنی امام فضلی سے منقول ہے کہ دعا بعد جنازہ **لابأس بہ** ہے (اس میں کوئی حرج نہیں) تو دعا بعد جنازہ کی گنجائش ہے،

جواب: اس سلسلہ میں کئی باتیں پیش نظر ہونی چاہییں

(۱) ایک یہ کہ امام فضلی کا قول غیر مفتیٰ بہ ہے،

اولؔ: اس وجہ سے کہ جامع الرموز میں ہے کہ دعا نہ کرے فتویٰ اسی پر ہے اور جس قول کے متعلق یہ ذکر ہو کہ اس پر فتویٰ ہے وہی راجح و مفتیٰ بہ ہوتا ہے (شرح عقود رسم المفتی ۳۰، ۳۱، ۳۳)

دومؔ: اس وجہ سے کہ ان حضرات نے اولاً منع ہونے کو ذکر کیا اور اولاً ذکر ہونا بھی راجح اور مفتیٰ بہ ہونے کی دلیل ہے (شرح عقود رسم المفتی ر ۳۰)

سومؔ: اس وجہ سے کہ جس قول کی دلیل ساتھ ذکر ہو اس کو غیر مدلل پر ترجیح ہوتی ہے، اور یہاں دعا سے منع والا قول مدلل ہے (جس کی دلیل کا ذکر مذکورہ عبارات میں ہوگیا ہے **"لانہ دعا مرۃ،لانہ یشبہ الزیادۃ،زیرا کہ مسنون نیست اور بوجہ زیادتی برامر مسنون"**) (شرح عقود رسم المفتی ر ۳۰)

چہارمؔ: اس وجہ سے کہ وہ جمہور کا قول ہے اور یہ شاذ روایت ہے اور شاذ پر عمل جائز نہیں (شرح العقود ر ۳۳)

پنجمؔ: اس وجہ سے کہ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ اس قول کے خلاف دعا سے منع کرنے والوں میں سے ہیں (نجم الفتاویٰ ۱/ ۶۳)

تو یہ غیر مفتی بہ اور مرجوح قول ہے اور مفتی کیلئے جائز نہیں کہ غیر مفتی بہ قول پر فتویٰ دے **"لانــہ اتبــاع لـلھـویٰ وحـرام اجماعاً"** کیونکہ یہ خواہش نفسانی کی اتباع اور بالاجماع حرام ہے۔ (شرح العقود ر ۳)

(۲) امام فضلی رحمہ اللہ نے اس پر کلمہ **لابأس به** اطلاق کیا ہے اور کلمہ **لابأس به** کا حقیقی معنیٰ فقہا نے مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ بیان کیا ہے (ردالمحتار ۱/ ۸۴، ۸۸، ۶۳۳، ۶۳۷، ۶۶۴، منحۃ الخالق علی البحر ۱/ ۱۹ طبع مصر) اور بلاضرورت محض اپنے غلط مسئلہ کو سہارا دینے کیلئے حقیقی معنیٰ چھوڑ کر مجازی معنیٰ کی طرف جانا اِن کے نزدیک بھی ناجائز ہے، لہٰذا **لابــأس بــه** کے مجازی معنیٰ کی طرف جانا جائز نہیں ہے، تو امام فضلی رحمہ اللہ کے قول سے دعا بعد جنازہ مکروہ تنزیہی ہونا ثابت ہوا اور مکروہ تنزیہی سے بھی بچنا اولیٰ ہے نہ کہ کرنا اولیٰ ہے،

دوسرا حوالہ:

(۲) زادالآخرہ اور بحر زخار ص ۱۲۲ میں ہے کہ **"بـعـد سـلام بـخـوانـد الـلـهـم لاتـحـرمـنـا اجره ولاتفتنا بعده واغـفـرلـنـا وله"** یعنی جنازہ کے سلام کے بعد آدمی یہ دعا کرلے اے اللہ: اس میت کے اجر سے ہمیں محروم نہ کر اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈال، اور ہمارے لئے اور اس کیلئے بخشش فرما،

جواب: اول تو زادالآخرہ و بحر زخار غیر معلوم نادر و غریب کتابیں ہیں اور **"لایـحـل الافتاء من الکتب الغریبة (رسائل**

ابن نجیم ۹۵۷ ا طبع مکتبہ اشرفیہ لاہور) کتبِ غریبہ سے فتوی دینا جائز نہیں،

دوم اگر ان کتب کی واقعی کچھ حیثیت ہو تو یہ حوالہ قادری صاحب کو مفید نہیں اور ہمیں مضر نہیں اس عبارت میں تو آدمی کو اکیلے اپنے اپنے طور پر یہ دعائیہ کلمہ کہہ دینے کا حکم ہے جس کے لئے ٹھہرنے کی ضرورت ہی نہیں، اجتماعی واہتمامی دعا کی اجازت نہیں ہے،

تیسرا حوالہ:

(۳) کشف الغطا میں ہے " **فاتحه و دعابرائے میت پیش ازد فن درست وهمیں است روایت معموله کذا فی خلاصة الفقه**" یعنی دفن سے پہلے میت کیلئے فاتحہ ودعا جائز ہے اور اسی پر عمل ہے جیسا کہ خلاصۃ الفقہ میں ہے،

جواب:

اول: یہ کتابیں بھی نادر وغریب ہیں جن کے مصنف تک کا قادری صاحب کو بھی علم نہیں نہ ان کتابوں کا منہ دیکھا ہے، محض نقل سے کام چلا رہے ہیں،

دوم: اس عبارت میں تعزیت کا ذکر ہے کہ جیسے میت کے دفن کے بعد ورثاء سے تعزیت درست ہے ایسے ہی دفن سے پہلے بھی تعزیت درست ہے، اور تعزیت نام ہے ورثاء کو تسلی دیتے ہوئے میت کے حق میں دعا کرنے کا، اور تعزیت میں دعا تو ہے مگر صرف دعا تعزیت نہیں ہے اس لئے دونوں الگ الگ چیز ہوئیں، اس لئے ایک کو دوسری پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، تو اس میں جنازے کے بعد کی اجتماعی واہتمامی دعا کا کوئی ذکر نہیں ہے، اور نہ اس کو تعزیت پر قیاس کرنا درست ہے، ہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ جیسے تعزیت میں دعا کرتے ہوئے ہاتھ اٹھانے کا التزام کر لیا گیا ہے یہ طریقہ اس کو بھی بدعت سے بدل رہا ہے، لہذا اس سے بھی استدلال اور اس پر قیاس غلط ہے،

چوتھا حوالہ:

(۴) فتاوی دارالعلوم دیوبند ۵/۴۳۴ میں ہے " بعد نماز جنازہ قبل از دفن چند مصلیوں کا ایصال ثواب کیلئے سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصراً دعا کرنا درست ہے یا نہیں؟ جواب میں کہتے ہیں اس میں کچھ حرج نہیں ہے، دیکھو اجتماعی دعا اور وہ بھی ہاتھ اٹھا کر اور وہ بھی جنازہ کے فوراً بعد دفن سے قبل اور اس میں بھی فاتحہ وسورہ اخلاص کا ایصال ثواب ہو مگر حرج نہیں،

جواب: سوال کا انداز بتا رہا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اہتمام سے سب نمازیوں کا موجود ہونا اور وہیں میت کا موجود ہونا نہیں

پایا گیا بلکہ میت اٹھالی گئی پھر چند لوگ بیٹھ کر اس طرح عمل کرلیں تو درست ہے یا نہ؟ پھر حضرت مفتی عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ نے اس کا جو جواب دیا دیانتداری سے کام نہ لیتے ہوئے اس کو پورا نقل نہیں کیا گیا پورا جواب یوں ہے

''اس میں کچھ حرج نہیں لیکن اس کو رسم کر لینا اور التزام کرنا مثل واجبات کے اس کو بدعت بنادے گا **کما صرح به الفقهاء** (فتاوی دارالعلوم ۵/۴۳۴، ۴۳۵)

دیکھیئے التزام اور عادت بنا لینے کو فتاوی دارالعلوم میں بھی بدعت فرمایا گیا ہے،

فتاوی دارلعلوم میں ایک اور فتوی بھی اسی طرح کا موجود ہے اس میں تحریر ہے

سوال: ہمارے یہاں بعد نماز جنازہ تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر میت کو بخشتے ہیں تا کہ اس کو ختم قرآن کا ثواب ملے یہ فعل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: فقہاء نے نماز جنازہ کے بعد دوبارہ دعا کرنے کو مکروہ وممنوع لکھا ہے کیونکہ نماز جنازہ خود دعا للمیت ہے اس میں اور کسی ایجاد وایزاد کی حاجت نہیں ہے، لہٰذا بعد نماز جنازہ فوراً اس کا التزام کہ تین بار سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب میت کو پہنچایا جاوے اچھا نہیں ہے، دوسرے وقت یا اپنے دل میں بلا اعلان والتزام کے اگر ثواب کسی سورۃ کا پہنچاوے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے (۵/۲۸۶)

مزید ج ۵/۵۴۱، و ۵/۳۵۱ میں دعا بعد جنازہ کو خلاف سنت اور صاف بدعت فرمایا ہے،

تو جس کو ہم بدعت ومکروہ کہہ رہے ہیں فتاوی دارالعلوم میں بھی اس کو بدعت ومکروہ کہا گیا ہے، پورا جواب چونکہ جناب کے خلاف تھا اس لئے "**لاتقربو الصلوة**" پڑھ دیا "**وانتم سکریٰ**" ہضم کر گئے، اللہ تعالی ہم سب کو سنت کی اتباع اور بدعات سے نفرت اور پرہیز کی توفیق نصیب فرماویں آمین ثم آمین،



البیان الحسن فی حکم الاذان بعد الدفن

مسئلہ قبر پر اذان کا

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله الطيبين واصحابه المهتد ين وعلينا وعلى من تبعهم اجمعين امابعد:

قبر پر اذان سے متعلق ایک تحریری فتوی راقم کے پاس پہنچا، اس میں طریقہ استدلال بس یوں تھا کہ کچھ تو اذان کے فضائل بیان کئے گئے اور کچھ غیر مجتہد جاہل اجہل نے قیاس کرتے ہوئے قبر پر اذان ثابت کرنا چاہی

قیاسِ جاہل:

قبر پر اذان کو تلقین پر قیاس کرتے ہیں کہ تلقین احادیث سے ثابت ہے تو اذان بھی ایسے کلمات پر مشتمل ہے جن سے تلقین کا مقصد ادا ہو جاتا ہے لہذا اذان دینا گویا تلقین کا قائم مقام ہے

اول: تو اس تلقین میں بھی اختلاف ہے بعض احناف اس کو جائز کہتے ہیں اور بعض لغو قرار دیتے ہیں، اگر چہ مذہب مختار یہ ہے کہ جائز ہے لیکن مجوزین علماء بھی یہ کہتے ہیں کہ تلقین کا نہ حکم کیا جائے اور نہ منع کیا جائے تو تلقین محض مباح ہوئی، لیکن یہ صاحب اس پر اذان علی القبر کو قیاس کر کے مباح سے بڑھا کر نہ صرف ثواب بلکہ سنت کہتے ہیں، جبکہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ قبر پر اذان بدعت ہے تو کیا سنت عمل بھی بدعت ہوتا ہے؟ ذرا سنت کی تعریف لکھ کر سنت ہونا ثابت تو کر دیں،

ثانیاً: اختلافی مسئلہ میں مختار یہ ہے کہ احتیاط کا پہلو لیا جائے اور تلقین میں احتیاط یہ ہے کہ چونکہ متروک ہو چکی ہے اس لئے اس کو متروک رہنے دیا جائے نہ کہ جاری کیا جائے تا کہ عوام کے عقائد خراب نہ ہوں، تو تلقین کی طرح اذان بھی جاری نہ کی جائے،

ثالثاً: تلقین کے بارے میں جو روایت آئی ہے ضعیف ہے ضعف سے قطع نظر جب اس میں تلقین کے الفاظ بھی آپ ﷺ نے خود تعلیم فرمائے ہیں اگر تلقین ہی کرنی ہے تو انہی الفاظ سے کی جائے، تو آپ ﷺ کے تعلیم کئے ہوئے الفاظ چھوڑ کر دوسرے الفاظ اختیار کرنا کیوں جائز ہوگا؟ آپ ﷺ کے بتائے ہوئے الفاظ بدلنا کسی طرح بہتر نہیں ہے کہ بنی اسرائیل نے **حطة** کے بجائے **حنطة** کہنا شروع کیا، اور سجدہ ریز ہو کر عاجزی سے داخل ہونے کے بجائے سرینوں کے بل شہر میں داخل ہوئے تو سزا کے مستحق ہوئے،

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے سوتے وقت کی دعا سکھلائی فرمایا بستر پر جب جاؤ تو نماز والا وضو کر لو پھر دائیں کروٹ پر لیٹو اور یہ الفاظ کہو

" اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَرَھْبَۃً اِلَیْکَ لَامَلْجَأَ وَلَامَنْجٰی مِنْکَ اِلَّااِلَیْکَ آمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ "

اور فرمایا اگر تو اس حال میں فوت ہوا تو اسلام پر فوت ہوگا، تو ان کلمات کو آخری کلمات بنالے، میں نے عرض کیا کہ میں یاد کرنے کیلئے آپ ﷺ کے سامنے ذکر کرلیتا ہوں (تو میں نے لفظ پڑھے)" وَبِرَسُوْلِکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ" فرمایا نہ یوں پڑھو "وَبِنَبِیِّکَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ" (بخاری حدیث ٦٣١١)

اس حدیث میں صحابی نے آپ ﷺ کیلئے لفظ نبی کی جگہ لفظ رسول بولا تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا کہ لفظ رسول نہ بولو وہی لفظ نبی بولو جو دعا کے الفاظ میں میں نے تعلیم دیا، حالانکہ آپ ﷺ جیسے نبی ہیں رسول بھی ہیں، اس کے تحت علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ذکر کے الفاظ توقیفی ہیں، اس لئے وہی الفاظ ہی ضروری ہیں جو وارد ہوئے ہوں (فتح الباری ۱۲/۳۱۴)

تو تلقین کے الفاظ بھی اگر چہ روایت ضعیف ہے آپ ﷺ سے منقول ہیں، تو اگر تلقین کرنی ہے تو انہی الفاظ سے کی جائے نہ کہ تلقین کی جگہ اذان دی جائے،

مزید دلائل اذان کی فضیلت کی روایات ہیں:

(۱) حکیم ترمذی کی کتاب نوادرالاصول میں ہے کہ قبر میں منکر نکیر کے سوال کے وقت شیطان بھی میت کے سامنے آجاتا ہے اور چونکہ اذان سے شیطان بھاگتا ہے اس لئے اذان دی جانی چاہیئے تاکہ میت سے شیطان بھاگ جائے،

یہ دلیل بھی درست نہیں کیونکہ موت کے ساتھ تکلیفی زندگی ختم ہوگئی، تو غیر تکلیفی زندگی میں شیطان کا آنا خلاف عقل وخلاف شریعت ہے، پھر نوادر میں یہ سفیان ثوری کا قول ہے، اور اس کی سند بھی معلوم نہیں ہے، اور نوادرالاصول کتاب بھی اس قابل نہیں کہ اس سے دلیل لی جائے، قاضی کمال الدین ابن العدیم اور ابن ابی جمرہ اور علامہ ابن القیم حنبلی رحمہم اللہ فرماتے ہیں

وھٰذا محمد بن علی الترمذی الحکیم لم یکن من اھل الحدیث ولاعلم له بطرقه وصناعته الی ان قال وملأ کتبه بالاحادیث الموضوعة وحشاھا بالاخبارالتی لیست بمروية ولامسموعة (لسان المیزان ۵/۳۰۹، تحفة المولود ص ۶۸، ۶۹، فیض القدیر ۱/۱۵۱)

حکیم محمد بن علی ترمذی محدثین میں سے ہی نہ تھے، نہ اس کو حدیثوں کی سندوں اور فن کا علم تھا، اس نے اپنی کتابیں من گھڑت حدیثوں سے بھریں اور ایسی باتوں سے پُر کیں جو نہ مروی ہیں نہ سنی ہوئی ہیں،

شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

الکتب التی کلما یوجد فیها الاحادیث یحکم علیه بالضعف منها نوادرالاصول للحکیم الترمذی وتاریخ الخلفاء وتاریخ ابن النجار ومسند الفردوس للدیلمی (فیمایجب حفظه للناظر ص ٢)

وہ کتابیں کہ جن میں جواحادیث بھی پائی جائیں (جو انہی میں ہوں) ان پر ضعیف ہونے کا حکم لگے گا ان میں سے نوادرالاصول ترمذی اور تاریخ الخلفاء وتاریخ ابن نجار و مسند دیلمی ہے،

اور فرماتے ہیں

نوادرالاصول اکثر احادیث غیر معتبر دارد (بستان المحدثین فارسی ص ٦٢)

نوادرالاصول کی اکثر حدیثیں غیر معتبر ہیں،

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ فقہاء اور صوفیہ سے نقل کرتے ہیں

ملأ کتبه الفظیعة بالاحادیث الموضوعة (فیض القدیر ١/ ١٥١)

اُس نے اپنی نامناسب کتابیں من گھڑت حدیثوں سے بھر دی تھیں،

اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہوتو جیسے قیاس کے ذریعہ تم نے شیطان کو بھگانے کیلئے قبر پر اذان جائز ثابت کرنا چاہی ایسے ہی بیوی کے پاس جانے کے وقت بھی شیطان کے دخل کا خطرہ ہوتا ہے، اس وقت بھی اپنی ہم مذہب عورتوں کی مدد کیلئے تا کہ مرد کے عضو مخصوص کے ساتھ شیطان بھی دخل نہ دے اذان دینا شروع کر دیا کرو، اور پیشاب پاخانہ کے وقت بھی شیاطین کا خطرہ ہوتا ہے تو جو مفتی یہ فتوی دے اس کے پیشاب کے وقت مریدین باہر اذانیں شروع کر دیا کریں (راہِ سنت)،

(٢) حضرت آدم علیہ السلام کی وحشت دور کرنے کیلئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اذان دی تھی، اسی طرح قبر میں میت کی وحشت دور کرنے کیلئے اذان دے دی جائے،

حضرت آدم علیہ السلام کی وحشت دور کرنے کیلئے اذان کی روایت حلیۃ الاولیاء ١٢٣/٥ میں ہمیں ملی مگر اس میں بہت سے راوی مجہول ہیں، سلیمان بن احمد، محمد بن عبداللہ حضرمی، علی بن بہرام، پہلے ان راویوں کے حالات اسماء الرجال کی کتابوں سے تلاش کر کے لکھیئے پھر استدلال کرو، صحیح یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وحشت دور کرنے کیلئے حضرت حواء علیہا السلام پیدا کی گئیں،

(٣) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اذان کے ذریعہ غم دور ہوتا ہے یہ روایت مسند الفردوس دیلمی میں ہے

جواب:

اول: تو مسند الفردوس کی پوزیشن بھی نوادر الاصول جیسی ہے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

امادر اتقان معرفت وعلم او قصوراست درسقیم وصحیح احادیث تمیز نمی کند ولهٰذا دریں کتاب او موضوعات وواهیات توده توده مندرج الخ (بستان المحدثین ص ٦٢)

دیلمی کے اتقان ومعرفت وعلم میں کمی تھی کمزور اور صحیح روایت میں تمیز نہیں کر سکتے تھے اس لئے اس کی کتاب میں کثرت سے من گھڑت اور واہیات قسم کی روایات درج ہیں،

دوم: جب کسی کا کوئی آدمی فوت ہوجاتا ہے تو اس کو بھی بہت غم ہوتا ہے تو کیا اس نسخہ کو اس کا غم دور کرنے کیلئے بھی کبھی اہل بدعت حضرات نے آزمایا؟ چاہیئے کہ ان مفتیوں کا کوئی مرے تو مریدین فوراً اذانیں شروع کردیں اس سے مفتیوں کا غم انشاء اللہ ہلکا ہوگا اور حدیث پر خوب عمل ہوگا، لہٰذا جب صراحت کے ساتھ حدیثوں سے یہ عمل ثابت نہیں ہے تو دور حاضر کے کسی مفتی کو حق نہیں کہ اجتہاد کے درجہ پر خود کو فائز کر کے یوں فضائل سے اس قسم کے عملوں کا جواز ثابت کرے،

کتب فتاوی میں ہے **ویکره عند القبر کل مالم یعهد من السنة والمعهود منها لیس الا زیارتها والدعاء عندها قائماً**

قبر کے پاس (ہر وقت) ہر وہ کام مکروہ ہے جو سنت سے منقول نہیں، اور سنت سے منقول صرف زیارت کرنا اور قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا ہے، (بحر الرائق ۲/۱۹۶ درمختار ۱/۱۶۶، عالمگیری ۱/۱۰۷)

تو اذان بھی ثابت نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے،

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں

لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فی فتاواه بانه بدعة (ردالمحتار ۱/۶۵۹)

میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان مسنون نہیں ہے جیسا کہ اب رواج ہوگیا ہے، اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتاوی میں صاف کہا ہے کہ یہ بدعت ہے،

لہٰذا مقلد ہو کر مجتہد بننے کی غلطی نہ کریں، اور غیر مقلدوں کو ہنسنے کا موقع نہ دیں، اللہ تعالی ہم سب کو دین کی سمجھ اور ہدایت نصیب فرمائے آمین۔

نظر ثانی: جمادی الاول سنہ ۱۴۴۰ھ

تمت بالخیر



کتبہ: حضرت مولانا مجیب الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ ماہڑہ تحصیل پروآ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

نوٹ: فی الحال اس مضمون پر کام جاری ہے جو ساتھی بھی اسکو پڑھیں اور اگر اس میں کوئی غلطی پائیں تو ہمیں ضرور اطلاع کریں۔ جزاکم اللہ

وٹسپ رابطہ: محمد عمر فاروق ڈیروی:
مدرس دارالعلوم الاسلامیہ ماہڑہ تحصیل پروآ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان: 0342-6624427

ہماری کتب

﴿1﴾ راہ حق
﴿2﴾ راہ جنت
﴿3﴾ عقیدہ ایصال ثواب
﴿4﴾ عقیدہ حیات النبی ﷺ اور صراط مستقیم
﴿5﴾ تسہیل بیضاوی اردو شرح بیضاوی
﴿6﴾ علم الصیغہ اردو
﴿7﴾ نماز جنازہ کے بعد دعا اور اس کا حکم:
﴿8﴾ پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں

نوٹ: دیگر کتب پر کام جاری ہے آپ سب حضرات سے دعا کی درخواست ہے

ہمارے دیگر مضامین

﴿1﴾ مروان بن حکم اور اس کی صحابیت:
﴿2﴾ حدیث ''اصحابی کالنجوم'' کی تحقیق:
﴿3﴾ سورۃ الفیل اور امین احسن اصلاحی و غامدی کی تفسیر:
﴿4﴾ غامدی اجتہادات:
﴿5﴾ غامدی نظریات اور حکم:
﴿6﴾ حدیث کلاب حوأب اور قاضی طاہر علی ہاشمی کی تحریر پر ایک نظر:
﴿7﴾ اللہ کیلئے لفظ خدا کا اطلاق:
﴿8﴾ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم:

نوٹ: دیگر مضامین پر کام جاری ہے آپ سب حضرات سے دعا کی درخواست ہے

تعارف دارالعلوم الاسلامیہ ماہڑہ

افتتاح: مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ کا باقاعدہ تعلیمی افتتاح ۱۵ محرم الحرام سن ۱۴۳۶ھ کو علاقہ کی بزرگ شخصیت استاذ العلماء حضرت مولانا محمد عمر صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ محمدیہ پروآ) کی دعا کے ساتھ کیا گیا۔

زیر سرپرستی: مدرسہ دارالعلوم الاسلامیہ ماہڑہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا مفتی ارشاد احمد صاحب دامت برکاتہم (مہتمم دارالعلوم کبیر والا ضلع خانیوال) کی ڈھیروں دعاؤں اور سرپرستی کے ساتھ چل رہا ہے۔

موجودہ کارکردگی:

☆ دارالعلوم الاسلامیہ شب و روز قرآن پاک اور دینی علوم کی تعلیم پر انتھک محنت کر رہا ہے، درجہ حفظ و ناظرہ اور درجہ کتب میں (درجہ رابعہ تک) طلباء اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں جن کی خدمت پر آٹھ اساتذہ کرام مأمور ہیں۔

☆ دارالعلوم الاسلامیہ میں جہاں تعلیم پر زور دیا جاتا ہے (جس کا اندازہ سالانہ نتائج سے لگایا جا سکتا ہے) اس کے ساتھ ساتھ طلباء کی تربیت پر بھی توجہ دی جاتی ہے۔

☆ علاقہ میں اتفاق و اتحاد کی فضاء قائم کرنے کیلئے علماء کنونشن کے انعقاد کی کوششیں جاری ہیں جس کے مؤثر نتائج عوام پر مرتب ہوں گے انشاءاللہ۔

☆ جو طلباء ادارہ ھذا میں زیر تعلیم ہیں ان کی سرگرمیوں کے متعلق ان کے سرپرستوں کا اجلاس طلب کیا جاتا ہے جس میں سرپرستوں کو ہدایات اور بچوں کے متعلق تعلیمی معلومات دی جاتی ہیں۔

☆ اہل علاقہ کی اخلاقی اور معاشرتی تربیت کیلئے مختلف علاقوں کی مساجد میں درس قرآن کی صورت میں ادارہ ھذا اپنا کردار ادا کر رہا ہے اور ادارہ ھذا کے مہتمم (حضرت مولانا مجیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم) شب و روز درس قرآن میں مصروف ہیں۔

☆ اسکے علاوہ اسی سلسلہ میں وقتاً فوقتاً ملکی سطح پر مشہور اکابرین کو ادارہ ھذا میں مدعو کیا جاتا ہے۔

☆عصر حاضر کے درپیش عوامی مسائل میں رہنمائی کیلئے ادارہ ھذا میں دارالافتاء اور شعبہ نشر واشاعت کا قیام کیا گیا ہے۔

مقاصد ومنشور:

☆ایسے اہل علم افراد تیار کرنا جو اسلام اور مسلمان قوم کے خیر خواہ اور حب الوطنی سے سرشار ہوں۔

☆ایسے افراد تیار کرنا جن کو عربی پر عبور کے ساتھ ساتھ انگلش پر بھی مکمل دسترس حاصل ہو تا کہ اسلام کی خدمت ہر میدان میں کر سکیں۔

☆طلباء کو **العالمیہ** کے کورس کے ساتھ ساتھ (F.A) اور (F.S.C) تک باقاعدگی کے ساتھ عصری تعلیم دینا۔

☆جدید ٹیکنالوجی کو مدنظر رکھتے ہوئے طلباء کو کمپیوٹر کی تعلیم دینا۔

☆ایسے علماء تیار کرنا جو معاشرے میں بھرپور طریقہ پر اپنی ذمہ داری ادا کر سکیں۔

فوری ضرورت ومنصوبہ جات:

☆مزید تعمیرات کیلئے رقبہ کی خرید

☆مسجد کی توسیع (کیونکہ موجودہ مسجد نمازیوں کیلئے تنگ ہے)

☆درس گاہوں اور کلاس ہال کی تعمیر (کیونکہ موجودہ کلاس ہال طلباء کیلئے ناکافی ہیں)

☆طلباء کی رہائش کیلئے دارالاقامہ (ہاسٹل) کی تعمیر (کیونکہ موجودہ دارالاقامہ رہائش کیلئے ناکافی ہے)

اپیل:

قارئین کرام سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس کار خیر میں اپنے لئے اور اپنے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے نقدی رقم کے علاوہ اینٹ، بجری، سیمنٹ وغیرہ کی صورت میں بھی تعاون کر سکتے ہیں، دعا کرنا اور اہل خیر کو حصہ ملانے کی ترغیب دینا بھی بہت بڑا تعاون اور باعث اجر وثواب ہے۔جزاکم اللہ خیرا